قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۷۹ شمارہ: ۷

رجب المرجب: ۱۴۳۷ھ - مئی: ۲۰۱۶ء

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے، زرِسالانہ: ۳۵۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

نائب مدیر
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی نمبر: 5، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 7-397-101900 برانچ کوڈ: 0816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے، ویسٹ انڈیز وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان، ایران، انڈیا وغیرہ: 27 امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: 25 امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: +92-21-34919531

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر **مطبع:** ایجوکیشنل پریس **طابع:** فیروز زکی

www.banuri.edu.pk

فہرست مضامین

بصائر و عبر

اسلام کی اَساس کو مٹانے کی کوشش !	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

اسلام ’’دین کامل‘‘.....کسی بھی ’’ازم‘‘ کی گنجائش نہیں	۱۰	محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
ڈیجیٹل تصویر یا اباحیتِ عامہ	۱۷	مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
ملفوظاتِ حضرت شیخ بنوری قدس سرہٗ	۲۱	مولانا حفظ الرحمٰن اعوان
جمعہ کے دن عصر کے بعد.....درود شریف کی تحقیق	۲۳	مولوی عبداللہ گل احمد دیوان
من گھڑت روایات...بنیادی عوامل اور سدِّ باب کی راہیں	۳۰	مفتی طارق امیر خان
عورت کی عفت اور پردہ کی فطری ضرورت	۳۸	مولوی محمد ذہیب
مناجاتِ انبیاءؑ ....انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقبول دعائیں (قسط:۲)	۴۵	مولانا محمد عمر انور بدخشانی
مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کی تاریخی خدمات (قسط:۳)	۵۰	مفتی محمد رضا انصاری

دار الافتاء

عقائدِ باطلہ کے پرچار والے....کارٹون بنانا اور دیکھنا	۵۸	ادارہ

نقد و نظر

	۶۱	ادارہ

www.banuri.edu.pk

اسلام کی اَساس کومٹانے کی کوشش!

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

سابق آمر جنرل پرویز مشرف کے تسلط کے بعد سے ہی جوملکی حالات اَبتر ہونا شروع ہوئے آج تک وہ سنبھلنے میں نہیں آرہے۔ پشاور، کوئٹہ، کراچی، لاہور، فیصل آباد، اسلام آباد کے علاوہ ملک کے کئی ایسے نامور شہر ہیں جو خودکش حملوں، بم دھماکوں، قتل وقتال، لوٹ کھسوٹ اور ٹارگٹ کلنگ کے طوفانِ بلاخیز کے تھپیڑوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان سے نکلنے کی تاحال کوئی سعی و کوشش کامیاب ہوتی نظر نہیں آرہی۔

اس لیے کہ ۲۷؍ مارچ ۲۰۱۶ء بروز اتوار شام کے وقت لاہور کے گلشن اقبال پارک میں مبینہ ایک اور خودکش دھماکہ ہوا، جس کی زَد میں آکر ۷۰؍ سے زائد افراد شہید اور ساڑھے تین سو سے زائد زخمی ہوگئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق پچھلے بارہ سال میں لاہور تین درجن سے زائد دھماکوں کا نشانہ بن چکا ہے۔ اس دھماکے میں بھی سب سے زیادہ شکار خواتین اور بچے بنے جو اتوار کی چھٹی گزارنے کے لیے اس پارک میں سیر وتفریح اور جھولے جھولنے کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ دھماکہ کے بعد افراتفری پھیلنے سے اکثر بچے والدین اور سرپرستوں سے بچھڑ گئے اور ان میں سے کئی ایک پاؤں تلے روندے جانے کی وجہ سے جان کی بازی ہار گئے۔ یہ وہی پارک ہے جس میں ایک ہفتہ بعد وفاق المدارس العربیہ کے تحت استحکامِ مدارس و پاکستان کانفرنس ہونا تھی، جس کی ابتدائی تیاریاں بھی کی جاچکی تھیں، لیکن وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ نے ان شہداء کے ورثاء سے اظہارِ یکجہتی اور ملکی حالات کے پیشِ نظر اس کانفرنس کو غیر معینہ مدت تک کے لیے مؤخر کردیا اور ۳۱؍ مارچ ۲۰۱۶ء کو استحکامِ پاکستان و یومِ دعا کے طور پر منانے کا اعلان کیا۔

ہر باشعور اور سلامتیِ فکر کا حامل شخص جانتا ہے کہ یہ مدارس اور ان میں تعلیم وتعلم میں مصروف لوگ سب سے زیادہ ملکی سلامتی اور استحکامِ پاکستان کے متمنی اور کوشاں ہیں اور اس کے لیے صبح وشام اپنے رب سے دعائیں اور التجائیں کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایک مخصوص لابی ہمیشہ ان کے خلاف تہمتیں اور غلط پروپیگنڈے کرکے ان کو موردِ الزام ٹھہراتی آرہی ہے۔

کچھ عرصہ پہلے حکومتی حلقوں کی طرف سے ایک اشتہار دیا گیا اور اس میں تصاویر کے ذریعہ یہ دکھلانے کی کوشش کی گئی کہ دہشت گرد کیسا ہوتا ہے؟ اس میں دہشت گرد کی جو تصویر دکھائی گئی، اس میں داڑھی اور پگڑی کو خوب واضح کیا گیا کہ دہشت گرد ایسے حلیہ کا ہوتا ہے، **نعوذ باللّٰہ من ذٰلک**۔

اور اب اس دھماکہ میں شہید ہونے والا محمد یوسف جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پارک میں سیر وتفریح کی غرض سے آیا تھا، شناختی کارڈ اس کی جیب میں تھا، محض اس کے چہرہ پر داڑھی ہونے کی وجہ سے اس کو خودکش حملہ آور باور کرایا گیا۔ اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ کہ جن اداروں میں وہ پڑھتا رہا، اُن داروں کی کردارکشی کی گئی، ان پر چھاپے مارے گئے، منتظمین کو خوفزدہ کیا گیا، محمد یوسف کے آبائی علاقہ کا محاصرہ کرکے ان کے چار بھائیوں کو گرفتار کرکے انہیں نامعلوم مقام پر منتقل کیا گیا، ان کے عمر رسیدہ والدین جو عمرہ پر گئے ہوئے تھے ان کو گالیاں دی گئیں، یہ تو اللہ بھلا کرے اس کے ساتھی محمد یعقوب کا جو اس حملہ میں زخمی ہوا، اس نے بتایا کہ ہم تین دوست گھومنے آئے تھے، ہم نے نماز پڑھی، کھایا پیا، اچانک خوفناک دھماکہ ہوا، اور میرا دوست ہمیشہ کے لیے مجھ سے بچھڑ گیا۔

یہ بات لوگوں کی دلچسپی کا باعث بنی رہی کہ خودکش تو مارا گیا، لیکن اس کا شناختی کارڈ ایسا آگ اور بم پروف تھا کہ وہ جلنے سے بچ گیا۔ اگرچہ بعد میں تحقیقاتی اداروں نے محمد یوسف کو کلئیر قرار دے دیا، لیکن اس سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ ملک کے مقتدر اداروں میں اور میڈیا میں ایک متعصب اور انتہا پسند طبقہ موجود ہے جو دہشت گردی کو مذہب اور دینی مدارس سے جوڑنے پر کمربستہ دکھائی دیتا ہے اور یہ لادین اور مذہب بیزار طبقہ سیاسی جماعتوں کے سربراہان اور حکام وقت پر اتنا حاوی ہو چکا ہے کہ جو چاہے ان سے منوالے۔

کچھ عرصہ قبل تک پاکستانی عوام یہ بات سمجھنے سے قاصر تھے کہ اچانک ہمارے حکمرانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ملکی معیشت سے سودی کاروبار اور لین دین ختم کرنے سے انکاری ہورہے ہیں؟ لبرل ازم کا نعرہ لگارہے ہیں، ہندوؤں کے مذہبی تہواروں میں شمولیت ہورہی ہے، ہندوؤں کے ہاتھوں اپنے اوپر رَنگ پھینکوانے کی خواہش کا اظہار ہورہا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے نام کی چھٹی منسوخ اور ہندوؤں وعیسائیوں کے مذہبی تہواروں کی چھٹی کی قومی اسمبلی سے قرارداد پاس کرائی جارہی ہے۔ سندھ حکومت نے ہندوؤں کے تہوار کی چھٹی بھی دے دی ہے۔ اور ایک جماعت کا لیڈر برملا کہہ رہا ہے کہ بھارت میں ایک مسلمان صدر

بن سکتا ہے تو پاکستان میں اقلیتی کیوں صدر نہیں بن سکتا؟ اسی طرح پنجاب اسمبلی سے آناً فاناً تحفظِ خواتین بل پاس کرا کر اس کو قانون کا حصہ بنا دیا گیا ہے، جس میں ایک شق یہ بھی ہے کہ پروٹیکشن کمیٹی میں سول سوسائٹی سے چار افراد لیے جائیں گے، یعنی اب براہِ راست این جی اوز کو حکومتی اختیارات مل جائیں گے۔ اسی طرح جدیدیت کے دلدادہ لوگوں کو منظرِ عام پر لا کر ان کے خلافِ دین اور خلافِ اسلام نظریات کو پروان چڑھایا جا رہا ہے اور میڈیا ان کو خوب کوریج دے رہا ہے۔ محبِّ دین اور محبِّ وطن صحافی حضرات اور علمائے کرام اپنی تحریروں اور تقریروں میں اس بات کو خوب عیاں کرتے رہتے تھے کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، یہ بیرونی ایجنڈا ہے اور کئی ایک مقاصد کے تحت اُسے مخفی رکھا گیا ہے، لیکن اب یہ بات امریکی تھنک ٹینک نے خود ہی طشت از بام کر دی ہے، جس کو ملک کے نامور صحافی اور روزنامہ جنگ کے کالم نگار جناب انصار عباسی صاحب نے ۲۸/ مارچ ۲۰۱۶ء کو اپنے کالم ''امریکی پالیسی پیپر نے لبرل ازم کے اصل ایجنڈے کو بے نقاب کر دیا'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

انہوں نے کہا: امریکا اسلام کو کس شکل میں ڈھالنے کا خواہاں ہے اور کن کن ذرائع، پالیسیوں اور سوچ کے ذریعے اپنے من پسند اسلام کا فروغ دنیا میں کر رہا ہے، اس پر کسی سازشی تھیوری یا تجزیہ کی بجائے اس دستاویز پر ہی نظر ڈال لیں جو اس امریکا و یورپ کی پالیسی کا ''Focus'' ہے اور جسے امریکا و یورپ اسلامی ممالک پر مسلط کرنے کے لیے پورے طریقے سے سرگرم ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ: میری تو قارئین کرام کے ساتھ ساتھ ہمارے سیاسی و مذہبی راہنماؤں، فوج اور سیکورٹی ایجنسیوں کے اعلیٰ افسران، پارلیمنٹ کے ممبران اور حکمرانوں کے علاوہ میڈیا کے بڑوں سے بھی گزارش ہوگی کہ اس دستاویز کا ضرور مطالعہ کریں، تاکہ لبرل ازم اور جدت پسندی کے اس بخار کی وجہ کو بھی سمجھا جا سکے جو آج کل کئی دوسرے اسلامی ملکوں کے علاوہ ہمارے حکمرانوں و میڈیا کو بھی چڑھا ہوا ہے اور جہاں اسلام کے نفاذ اور شریعت کی بات کرنے والوں کو بنیاد پرستی اور شدت پسندی کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اس رپورٹ کو اس لیے بھی پڑھ کر حیران ہوں گے کہ کس طرح ایک پالیسی کے تحت مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے، تاکہ امریکا کے ورلڈ آرڈر اور مغربی تہذیب کو اسلامی ممالک میں بھی لاگو کیا جا سکے، جس کے لیے اسلام کے اصل کو بدلنا شرط ہے۔ اس رپورٹ کو پڑھ کر اپنے اردگرد اُن چہروں کو پہچاننے کی بھی کوشش کریں جو اسلام کو امریکا کی خواہش کے مطابق بدلنا چاہتے ہیں۔ لیجیے! آپ بھی اس رپورٹ کو پڑھیے اور سر دھنیے:

''رینڈ کارپوریشن'' Rand Corporation'' امریکا کا ایک اہم ترین تھنک ٹینک ہے جو امریکی حکومت کے لیے پالیسیاں بناتا ہے۔ نائن الیون کے بعد رینڈ کارپوریشن کی نیشنل سیکورٹی ریسرچ ڈویژن نے ''Civil Democratic Islam Partners, Resources & Strategies'' کے

عنوان سے ۲۷ صفحات پر مشتمل ایک پالیسی پیپر تیار کیا، جسے انٹرنیٹ پر اس تھنک ٹینک کی ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔ اس پالیسی پیپر کے ابتدا ہی میں بغیر کسی لگی لپٹی یہ لکھا گیا کہ امریکا اور ماڈرن انڈسٹریل ورلڈ کو ایسی اسلامی دنیا کی ضرورت ہے جو مغربی اصولوں اور رولز کے مطابق چلے، جس کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں میں موجود ایسے افراد اور طبقہ کی پشت پناہی کی جائے جو مغربی جمہوریت اور جدیدیت کو ماننے والے ہوں۔ ایسے افراد کو کیسے ڈھونڈا جائے؟ یہ وہ سوال تھا جس پر رینڈ کارپوریشن نے مسلمانوں کو چار ''Categories'' میں تقسیم کیا:

پہلی قسم بنیاد پرست ''Fundamentalists'' جن کے بارے میں رینڈ کارپوریشن کہتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مغربی جمہوریت اور موجودہ مغربی اقدار اور تہذیب کو ماننے کی بجائے اسلامی قوانین اور اسلامی اقدار کے نفاذ کے خواہاں ہیں۔

دوسری قسم قدامت پسند ''Traditionalists'' مسلمانوں کی ہے جو قدامت پسند معاشرہ چاہتے ہیں، کیونکہ وہ جدیدیت اور تبدیلی کے بارے میں مشکوک رہتے ہیں۔

رینڈ کارپوریشن کے مطابق تیسری قسم ایسے مسلمانوں کی ہے جنہیں جدت پسندی ''Modernists'' کا نام دیا گیا جو بین الاقوامی جدیدیت ''Global Modernity'' کا حصہ بننا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں اسلام کو بھی جدید بنانے کے لیے اصلاحات کے قائل ہیں۔

چوتھی قسم ہے سیکولر مسلمانوں ''Secularists'' کی جو اسلامی دنیا سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ بھی مغرب کی طرح دین کو ریاست سے علیحدہ کردیں۔

پہلی قسم کا حوالہ دیتے ہوئے امریکی تھنک ٹینک کا اسٹریٹیجک پیپر لکھتا ہے کہ بنیاد پرست امریکا اور مغرب کے بارے میں مخالفانہ رویہ رکھتے ہیں۔ رپورٹ کے ''Foolnotes'' میں مرحوم قاضی حسین احمد اور جماعت اسلامی کا حوالہ بنیاد پرستوں کے طور پر دیا گیا اور یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ ضروری نہیں کہ ''Fundamentalists'' دہشت گردی کی بھی حمایت کرتے ہوں۔ اس رپورٹ نے امریکی حکمرانوں کو تجویز دی کہ بنیاد پرست مسلمانوں کی حمایت کا کوئی آپشن نہیں۔

قدامت پسند مسلمان رینڈ کارپوریشن کی رپورٹ کے مطابق اگرچہ اعتدال پسند ہوتے ہیں، لیکن ان میں بہت سے لوگ بنیاد پرستوں کے قریب ہیں۔ امریکی پالیسی رپورٹ کے مطابق اعتدال پسندوں میں یہ خرابی ہے کہ وہ دل سے جدت پسندی کے کلچر اور مغربی ویلوز کو تسلیم نہیں کرتے۔ جدت پسند اور سیکولر مسلمانوں کے بارے میں رپورٹ کا کہنا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مغربی اقدار اور پالیسیوں کے قریب ترین ہیں، لیکن رینڈ پالیسی رپورٹ کے مطابق یہ دونوں طبقے ''Secularists , Modernists'' مسلمانوں میں کمزور ہیں اور نہ ان کو زیادہ حمایت حاصل ہے

اور نہ ہی ان کے پاس مالی وسائل اور موثر انفرااسٹرکچر موجود ہے۔

پالیسی رپورٹ نے اسلامی دنیا میں مغربی جمہوریت، جدت پسندی اور ورلڈ آرڈر کے فروغ اور نفاذ کے لیے کئی تجاویز دیں اور کہا کہ امریکا اور مغرب کو بڑی احتیاط کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسلامی ممالک اور معاشروں میں کن افراد، کیسی قوتوں اور کیسے رجحانات کو مضبوط بنانے میں مدد دینی ہے، تاکہ مقررہ اَہداف حاصل ہوسکیں۔ ان اہداف کے حصول کے لیے امریکا و یورپ کو پالیسی دی گئی کہ وہ جدت پسندوں ''Modrnists'' کی حمایت کریں، اس طبقہ کے کام کی اشاعت اور ڈسٹری بیوشن میں مالی مدد کریں، ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ عوام الناس اور نوجوانوں کے لیے لکھیں، ایسے جدت پسند نظریات کو اسلامی تعلیمی نصاب میں شامل کریں، جدت پسندوں کو پبلک پلیٹ فارم مہیا کریں، بنیاد پرست اور قدامت پرست مسلمانوں کے برعکس جدت پسندوں کی اسلامی معاملات پر تشریحات، رائے اور فیصلوں کو میڈیا، انٹرنیٹ، اسکولوں، کالجوں اور دوسرے ذرائع سے عام کریں، سیکولرازم اور جدت پسندی کو مسلمان نوجوانوں کے سامنے متبادل کلچر کے طور پر پیش کریں، مسلمان نوجوانوں کو اسلام کے علاوہ دوسرے کلچرز کی تاریخ پڑھائیں، سول سوسائٹی کو مضبوط کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس پالیسی میں امریکا و یورپ کو یہ بھی تجویز دی گئی کہ قدامت پسندوں کو بنیاد پرستوں کے خلاف سپورٹ کریں، ان دونوں طبقوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دیں، پوری کوشش کریں کہ بنیاد پرست مسلمان اور قدامت پرست آپس میں اتحاد نہ قائم کرسکیں، قدامت پسندوں کی دہشت گردی کے خلاف بیانات کو خوب اُجاگر کریں، بنیاد پرستوں کو اکیلا کرنے کے لیے کوشش کریں کہ قدامت پسند اور جدت پسند آپس میں تعاون کریں، جہاں ممکن ہو قدامت پسندوں کی تربیت کریں، تاکہ وہ بنیاد پرستوں کے مقابلہ میں بہتر مکالمہ کرسکیں، بنیاد پرستوں کی اسلام کے متعلق سوچ کو چیلنج کریں، بنیاد پرست طبقوں کا غیر قانونی گروہوں اور واقعات سے تعلق کو سامنے لائیں، عوام کو بتائیں کہ بنیاد پرست حکمرانی کرسکتے اور نہ اپنے لوگوں کو ترقی دلواسکتے ہیں، بنیاد پرستوں میں موجود شدت پسندوں کی دہشت گردی کو بزدلی سے جوڑیں۔ اس پالیسی رپورٹ میں یہ بھی تجویز دی گئی کہ بنیاد پرستوں کے درمیان آپس کے اختلافات کی حوصلہ افزائی کریں، بنیاد پرستوں کو مشترکہ دشمن کے طور پر لیا جائے۔ رینڈ کارپوریشن نے اپنی پالیسی رپورٹ میں امریکا و یورپ کو یہ بھی تجویز دی کہ اس رائے کی حمایت کی جائے کہ ریاست اور مذہب کو جدا کیا جائے اور اُسے اسلامی طور پر بھی صحیح ثابت کیا جائے اور یہ بھی مسلمانوں کو بتایا جائے کہ اسلام کو ریاست سے جدا کرنے سے ان کا ایمان خطرہ میں نہیں پڑے گا، بلکہ مزید مضبوط ہوگا۔'' (روزنامہ جنگ کراچی، ۲۸؍مارچ ۲۰۱۶ء)

اس رپورٹ کو پڑھنے سے اتنا تو اندازہ ہوا ہوگا کہ ہمارے ملک میں میڈیا سے لے کر حکمرانوں تک، صحافیوں اور اینکروں سے لے کر جدیدیت کے دلدادہ لوگوں تک، مذہبی طبقات کی

آپس میں کش مکش سے لے کر سیاستدانوں کا غیروں کے ایجنڈے پر متفق ہونے تک، مدارس و دینی اداروں میں پڑھنے والوں کو شدت پسندی کا طعنہ دینے کے علاوہ ہر دہشت گردی انہیں کی طرف منسوب کرنے تک اور تحفظ خواتین بل اسمبلی سے پاس کرنے سے لے کر ہندوانہ مذہبی رسومات میں شرکت کے جواز تک، بنیاد پرستوں کو مشترکہ دشمن کے طور پر بسنے سے لے کر اسلام کو ریاست سے جدا کرنے کے نظریہ تک، بنیاد پرست طبقوں کا غیر قانونی گروہوں سے تعلق جوڑنے سے لے کر بنیاد پرستوں کے درمیان آپس میں اختلافات کی حوصلہ افزائی تک سب کچھ ایک منصوبے اور پالیسی کے تحت کیا جارہا ہے، گویا عوام کی آنکھوں میں مسلسل دھول جھونکی جارہی ہے اوران سے جھوٹ بولا جارہا ہے کہ ہم سب عوام اور ملک کے مفاد میں کررہے ہیں، حالانکہ ان سب باتوں کا اسلام، مسلمانوں، اسلامی اقدار اور پاکستان کی سالمیت اور تحفظ سے ذرہ بھر بھی کوئی تعلق نہیں، بلکہ سب کے سب خلافِ اسلام اورخلافِ آئین کام کیے جارہے ہیں، جن کا ان حکمرانوں کو ذرہ برابر بھی کوئی احساس نہیں۔

....

پنجاب اسمبلی نے تحفظ خواتین بل ..... جو سراسر قرآن وسنت، اسلامی معاشرہ اور مشرقی روایات کے بالکل برعکس ہے..... بڑی عجلت میں پاس کیا۔ یہ بل کہاں سے آیا؟ کب کا بنا ہوا ہے؟ کہاں کہاں اور کب پاس ہوا؟ قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے ان سب باتوں سے پردہ اُٹھاتے ہوئے سکھر میں جامعہ حمادیہ منزل گاہ میں دستارِفضیلت کانفرنس کے موقع پر ایک بڑے جلسہ عام میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''.......ہم بھی تشدد کے خلاف ہیں، لیکن تشدد کی آڑ میں حقوقِ نسواں بل لایا گیا ہے، اُسے کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا۔ جب میرے سامنے وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف سے پوچھا گیا کہ اس قانون کو ڈرافٹ کس نے کیا؟ مسودہ کس نے لکھا؟ تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگے۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا پاکستان پر کوئی امتحان نہ لائے، اگر کوئی امتحان آیا تو یہی پگڑی، داڑھی والے میدان میں ہوں گے اور اپنی فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے اور یہ سیکولر دنیا کہیں بھی نظر نہیں آئے گی۔.......اس موقع پر انہوں نے گلشن اقبال لاہور واقعہ کے حوالے سے کہا کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ آج پاکستان کو این جی اوز کے حوالے کردیا گیا ہے، جو ہرطرف اس طریقے سے کام کررہی ہیں کہ پاکستان کی اسلامی شناخت کو ختم کیا جائے، اب یہ فیصلہ عوام نے کرنا ہے کہ وہ پاکستان کی اسلامی شناخت کو باقی رکھنا چاہتے ہیں یانہیں۔ پنجاب کے حقوقِ نسواں بل کے پس منظر کا انکشاف کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ یہ وہ قانون ہے جو ۱۹۹۸ء میں

جنوبی افریقا کی پارلیمنٹ نے پاس کیا اور یہ وہ قانون ہے جسے ۲۰۰۵ء میں بھارت کی پارلیمنٹ نے پاس کیا اور یہ وہ قانون ہے جو ۲۰۱۲ء میں قومی اسمبلی میں لایا گیا جس کی جمعیت علماء اسلام نے بھرپور مزاحمت کی اور حکومت کو پسپائی پر مجبور کرتے ہوئے اس قانون کو رُکوایا گیا۔ اگر یہ بل پنجاب اسمبلی نے پاس کیا ہے تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی میں جمعیت علماء اسلام نہیں ہے، تشدد کے خلاف ہم بھی ہیں، گھریلو تشدد پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ جرم ہے، لیکن جو قانون سازی تم کررہے ہو، تم نے اپنی قانون سازی میں تشدد کے لفظ کو متنازع بنادیا ہے۔ گھر کے نظام کو کنٹرول کرنے کے لیے مرد کو، باپ کو، خاوند کو، بڑے بھائی کو جو حق قرآن کریم نے دیا ہے، تم نے وہ حق اپنی قوم کے گھروں سے چھین لیا ہے، تم جو قانون بنارہے ہو اس میں کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ اس کی بیوی یا بیٹی رات دیر سے کیوں آئی ہے؟ کیونکہ بیٹی یا بیوی پولیس کو فون کرکے باپ اور شوہر کو گرفتار کراسکتی ہے...........‘‘ (روزنامہ جنگ کراچی، بروز بدھ، ۳۰/مارچ ۲۰۱۶ء)

ہم اربابِ حکومت وارباب سیاست سے گزارش کرنا چاہیں گے کہ پاکستان دشمنوں نے پہلے ہی پاکستان کو تنہا کردیا ہے۔ وہ افغانستان جس کے لیے پاکستان نے ان کی عوام کے لیے پچیس سال سے زیادہ میزبانی کا فریضہ سرانجام دیا، ان کی عوام کو پناہ دی، اُنہیں روزگار دیا اور عالم اسلام کے علاوہ بیرونی دنیا میں ان کے لیے سفارت کاری کی، وہ بھی پاکستان کو آنکھیں دکھاتا ہے۔ ہندوستان ایک طرف سرحدوں پر اپنی فوج جمع کیے ہوئے ہے، دوسری طرف افغانستان اور ایران سے اپنے جاسوسوں کو پاکستان میں بھیج رہا ہے، جس کے ثبوت کے لیے گلبھوشن کا یہ اعتراف اور اقرارِ جرم کہ ’’پانچ سو’’را‘‘ کے ایجنٹ پاکستان میں موجود ہیں‘‘ میڈیا میں آچکا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایران بھی پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے بجائے بھارت کی ہمنوائی کی طرف زیادہ جھکا ہوا ہے۔ ان حالات میں آپ پاکستان میں اصل مسائل کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنے ہی لوگوں کے خلاف امریکی ویورپی ایجنڈے کو آگے بڑھائیں گے تو پاکستان کو مشکلات میں دھکیلنے کے علاوہ اور کوئی خدمت بجانہیں لائیں گے۔ اس لیے ہماری درخواست ہے کہ نظریۂ پاکستان کا لحاظ رکھتے ہوئے عوامی اُمنگوں کے مطابق اسلام کے نفاذ کے لیے پالیسی مرتب کریں اور اس کے لیے عملی جدوجہد کریں۔ ان شاء اللہ! پاکستانی عوام آپ کا بھرپور ساتھ دے گی۔ إِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الإِصْلَاحَ مَااسْتَطَعْتُ وَمَاتَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

وصلّى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

اسلام ''دینِ کامل'' ہے، اس میں کسی بھی ''ازم'' کی گنجائش نہیں!

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

خطبہ مسنونہ کے بعد آیت مندرجہ ذیل تلاوت فرمائی:

''أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيْنًا۔'' (المائدۃ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل بنادیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کیا۔''

عزیزانِ گرامی قدر اور محترم بزرگو! میں آپ سے تقریباً ۲۸؍ روز غیر حاضر رہا، ان دنوں میں آپ پر کیا گزری! اس سے آپ سب حضرات خوب واقف ہیں، اس ملک میں اسلام پر جو کچھ بیت رہی ہے اور جو کچھ اس کے ساتھ کیا جارہا ہے، اس کے پیشِ نظر میں نے ایک عرصہ سے اخبار بینی تقریباً ترک کردی تھی، کیونکہ ہر روز کوئی نہ کوئی دردناک خبر ملتی تھی اور کسی نہ کسی روح فرسا واقعہ سے سابقہ پڑتا تھا، پھر عریانی وفواحش اور ان کی تصاویر سے اخبارات بھرے ہوتے تھے، اس لیے جب یہاں تھا تو ان سے اجتناب کرتا تھا، لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی خبر کان میں پڑ ہی جاتی تھی، یہاں سے جانے کے بعد رخ ہی دوسری طرف تھا، اس لیے خود کو خالی الذہن کرلیا تھا، لیکن ان ۲۸؍ دنوں میں جو کچھ اس ملک پر گزرا اور برسوں کی مسافت جو چند دنوں میں طے ہوئی، وہ ایسا واقعہ نہیں ہے کہ اس سے صرفِ نظر کیا جائے اور ذرا بھی غفلت برتی جائے، ہم آپ ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، جب کشتی ڈوب رہی ہو تو ہر مسافر کو اس کے بچانے کی فکر میں لگ جانا چاہیے، کچھ تو میں نے حرمین شریفین میں اس بدقسمت ملک کے بارے میں سنا اور کچھ یہاں آکر بعض کرم فرماؤں نے بتلایا، ان خبروں اور حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ

نوٹ: حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم تقریر جو آپ نے حرمین شریفین کی زیارت اور حج سے واپسی کے دوسرے دن بروز جمعہ ۲۱؍ مارچ ۶۹ء کو ایک مجمع کثیر کے سامنے جامع مسجد علامہ بنوری ٹاؤن میں فرمائی اور ماہنامہ بینات میں اس کا اختصار ''بصائر وعبر'' میں پیش کیا گیا۔

پاکستان آج اپنی تاریخ کے انتہائی نازک ترین دور سے گزر رہا ہے، دنیا میں انقلابات آتے ہیں، سازشیں ہوتی ہیں، طوائف الملوکی پھیل جاتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ آج کسی کے لیے تختِ سلطنت ہے تو کل اُس کے لیے تختۂ دار ہے، یہ سب کچھ ہوتا ہے، لیکن ہمارا ملک اس سے بھی شدید ترین خطرات سے دوچار ہے، داخلی اور خارجی فتنوں نے اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ اس کو گھیر رکھا ہے، امریکہ، برطانیہ، روس اور چین ایک عرصہ سے اس ملک کو اپنی چراگاہ بنائے ہوئے تھے اور اپنے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ عمل جراحی میں مصروف تھے، ان سب کا مقصد یہ تھا کہ اس ملک کو اپنی حالت میں رہنے نہ دیں اور یہ ملک جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا، اس سے اس کو کوسوں دور ڈال دیں۔

برطانیہ ایک زہریلے بچھو کی طرح نیش زنی میں مصروف رہتا ہی ہے، برطانیہ کی تاریخ جس قدر قدیم ہے اسلام اور مسلمانوں سے اس کی عداوت بھی اتنی ہی قدیم ہے، اس کی خواہش ہمیشہ سے یہ ہے کہ یہ ملک مسلمان ملک کی حیثیت سے زندہ نہ رہے، امریکہ دوسرا شیطان ہے جو اسی فکر میں ڈوبا ہوا ہے کہ پاکستان ختم ہوجائے اور ہندوستان اس پر حاوی اور قوی ہوجائے، اس پر وہ کروڑوں ڈالر خرچ کررہا ہے، روس بڑا بدمعاش ہے وہ چاہتا ہے کہ لگے ہاتھوں وہ بھی اپنے بلاک کو وسیع کرلے، امریکہ کو شکست دے دے اور دنیا کو اپنے غیرفطری امور، خدادشمن نظام کمیونزم کی لپیٹ میں لے لے۔ درمیان میں ایک نیا شیطان اور آنکلا ہے جس کا نام چین ہے، وہ بھی اپنی للچائی ہوئی نگاہیں پاکستان پر اور افریقہ وایشیا کے دوسرے ملکوں پر ڈال رہا ہے، یہ تمام دشمن ملک کے موجودہ حالات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کررہے ہیں، ان کی توقعات اب وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہیں اور اپنے جالوں کے پھندے بڑے تیزی سے کس رہے ہیں، اِدھر ملک میں کچھ حضرات جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے وہ ان بیرونی ملکوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں، صدر صاحب اپنے اعمال کا نتیجہ بھگت رہے ہیں، اپنے دَہ سالہ کرتوتوں کی سزا پارہے ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

’’قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔‘‘ (آل عمران:۲۶)

’’آپ کہا کریں: اے اللہ! تو ہی ہے بادشاہت کا مالک جس کو چاہتا ہے سلطنت سے نوازتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت وحکومت کو چھین لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے عزت سے سرفراز فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت ورسوائی سے ہمکنار کرتا ہے، خیر تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے، بلاشبہ تو ہر چیز پر قدرتِ بیکراں رکھتا ہے۔‘‘

صدر صاحب آج معکوس حالت سے دوچار ہیں، وہ کل تک عزیز تھے، انہیں ملک کا نجات دہندہ سمجھا جارہا تھا، اس زمانہ میں کہا جارہا تھا کہ سمندر نے بھی سونا اُگلنا شروع کردیا، سمندر نے سونا بے شک اُگلا اور خوب اُگلا، یہ اور بات ہے کہ وہ سونا بعد میں پیتل بن گیا۔ پھر آپ کو وہ زمانہ

بھی یاد ہوگا جب ہندوستان نے پاکستان کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا تھا، صدر صاحب کی زبان سے کلمہ طیبہ نکلا اور تقریر سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی عادت پڑی، ریڈیو بھی مسلمان ہوگیا، حکومت مسلمان ہوگئی، فوج بھی مسلمان ہوگئی، فوجیوں نے جامِ شہادت نوش کیے، اخلاص اور کامل اخلاص سے لڑے، مساجد نمازیوں سے بھر گئیں، آخر کار مسلمانوں کی جان میں جان آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ملک کو بچالیا، پھر یکایک ملک کے حالات بدلے یا زبردستی اُن کو بدلا گیا، دینی فضا جو قائم ہوئی تھی اس کو فواحش ومنکرات اور ٹیڈی ازم کے نرغے سے ختم کیا گیا۔

بہرحال اس وقت ملک جن خطرات سے دوچار ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں، اس وقت دو طبقے ہیں جن کے ذمہ میں فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ میدان میں اُتر کر اس ملک کو خطراتِ کفر والحاد اور بے چینی کے تسلط سے بچائیں اور اسلام اور امن وسلامتی کے راستہ پر ملک کو چلا کر عزت وسرفرازی سے ہمکنار کریں۔

علماء کی ذمہ داری اور اُن کے فرائض

ایک طبقہ علماء کا ہے، علماء پر سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کامل اخلاص اور پوری تن دہی سے اس وقت کام کریں، وہ یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو عزت دی ہے وہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے دین مبین کا صدقہ ہے، مسلمانوں میں ہماری جو کچھ عظمت واحترام اور ادب ہے، وہ سب اللہ کے دین سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ آج اس ملک میں اسلام پر جو کچھ گزر رہا ہے یا گزرنے والا ہے، اس میں علماء کیا کردار ادا کریں گے؟ دنیا کی آنکھیں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں، علماء جو کچھ کریں گے تاریخ اپنے سفینوں میں اور قوم اپنے سینوں میں اس کو ہمیشہ محفوظ رکھے گی، آج علماء کے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم حق کہیں اور حق کے لیے کہیں اور حق تعالیٰ جل مجدہٗ کی رضا وخوشنودی کے لیے کہیں اور جو کام کریں نفس کا شائبہ تک اس میں نہ ہو، وہ حدیثِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو علماء کے سامنے ہوگی اور پڑھی اور پڑھائی ہوگی:

’’قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے پہلے علماء، مجاہدین، سخاوت کرنے والوں کی پیشی ہوگی، سب سے پہلے علماء کی باری آئے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے علم کس لیے حاصل کیا تھا؟ عرض کریں گے کہ تیری رضا کے لیے، ارشاد ہوگا: غلط کہتے ہو! تم نے علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور لوگ تمہاری عزت کریں، چنانچہ ایسا ہوگیا (لوگ تمہیں عالم کہنے لگے) پھر حکم ہوگا ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دو اور وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسی طرح مجاہدین کا نمبر آئے گا اور ان سے بھی یہی سوال وجواب ہوکر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، آخر میں سخاوت کرنے والے آئیں گے اور ان پر بھی یہی ماجرا گزرے گا۔‘‘ (الصحیح لمسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار، ج:۲،ص:۱۴۰، ط: قدیمی)

لہٰذا علماء ربانیین کا اہم فریضہ ہے کہ وہ سروں سے کفن باندھ کر میدان میں آجائیں، بہت

بے حسی اور بے غیرتی کی بات ہوگی کہ دین پر نازک ترین وقت آجائے اور ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں اور تاویلیں کرتے رہیں کہ ابھی عزیمت کا وقت نہیں، رخصت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ ایسا نہیں ہوگا، علماء خاموشی سے نہیں بیٹھیں گے، **إن شاء اللّٰہ! ثم إن شاء اللّٰہ!** ہماری تو آرزو ہے کہ دین کے تقاضے ہم سے پورے ہوجائیں، الحمدللہ! بیس ۲۰ رسال سے شہادت کی آرزو سے اپنے سینہ کو گرم کررکھا ہے، اس سے بڑی کیا خوش نصیبی ہوگی کہ اس کی راہ میں شہادت نصیب ہو، لیکن ضرورت اس کی ہے کہ علماء کی طرف سے کام ہو، مگر صحیح، درست، عقل اور تدبیر سے ہو، اللہ کو راضی کرنے کے لیے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہو، **وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔**

عوام کے فرائض و ذمہ داریاں

دوسری ذمہ داری عام مسلمانوں کی ہے جن سے اس وقت میں مخاطب ہوں، اگرچہ اس ملک میں ملاحدہ، زنادقہ، بے دین اور اسلام سے منحرف لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، تاہم ملک کی بھاری اکثریت حلقہ بگوشِ اسلام ہے جو اس ملک میں اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی ہے اور اسلام سے روگردانی اور انحراف کو سب سے بڑا گناہ تصور کرتی ہے، ان ہی حضرات کے سامنے میں اپنی معروضات پیش کررہا ہوں کہ:

آپ اس وقت سخت امتحان میں ڈال دیئے گئے ہیں، آپ علماءِ حق کی دعوت پر لبیک کہیں اور ان فتنوں سے نبرد آزما ہونے میں علماء کا ہاتھ بٹائیں، عوام مسلمین کی قربانیاں اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہوں گی، جب یہ صحیح قیادت کے تحت کام کریں اور صحیح قیادت علماءِ ربانیین ہی کی ہوسکتی ہے:

لا یصلح الناس فوضٰی لا سراۃ لھم   و لا سراۃ إذا جُھالھم سادوا

’’صحیح قیادت کے بغیر انتشار اور پراگندگی کی حالت میں لوگوں کی حالت بہتر نہیں ہوسکتی اور جاہلوں کی سیادت کو صحیح قیادت نہیں کہا جاسکتا۔‘‘

آپ کو معلوم ہے کہ اس مسلمان ملک میں سوشلزم اور کمیونزم کے نعرے لگ رہے ہیں اور بڑے زور و شور کے ساتھ لگائے جارہے ہیں، جہنم کی طرف لے جانے والے ائمۂ ضلال وفسق لوگوں کی قیادت کررہے ہیں، اور خود بھی شرارت اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا رہے ہیں اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کررہے ہیں، اب ہماری خاموشی بدترین جرم ہوگی، اگر دیندار مسلمان اسلام کی حفاظت وصیانت اور دفاع سے خاموش ہوگئے تو یہاں اسلام ختم ہوجائے گا اور دنیا کے نقشہ سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گا، اس موقع پر قرآن کریم آپ کو پکار رہا ہے اور کہہ رہا ہے:

’’**وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ**‘‘۔ (الحج:۷۸)

’’جہاد کرو اللہ کے راستہ میں جیسا کہ حق ہے اس کے راستہ میں جہاد کرنے کا۔‘‘

یہاں پر یہ دردناک حقیقت بھی سنتے جایئے کہ پچھلے دنوں ڈھاکہ میں حزبِ اختلاف کی

آٹھ جماعتیں جمع ہوئیں اوران کا اسلام پر اتفاق نہ ہوسکا، چند سلبی چیزیں ان کے اتفاق واتلاف کے نقطے بن سکیں، لیکن نظامِ اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین اتفاقی نقطہ نہ بن سکا۔

شروع میں میں نے آپ کے سامنے جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے، اس کے متعلق آپ جانتے ہوں گے کہ یہ آیت کس موقع پر نازل ہوئی! ذوالحجہ کا مہینہ تھا اوراس کی نویں تاریخ تھی، عرفہ کا دن تھا، حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک کا ۶۳/واں برس تھا، نبوت کا تئیسواں سال تھا، جمعہ کا دن تھا، عصر کا وقت تھا، آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے، مخاطبین میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور ایک لاکھ صحابہؓ موجود تھے، یہ ایک مجمع تھا کہ چشم فلک نے اس سے زیادہ مقدس، اس سے زیادہ پاکیزہ، اس سے زیادہ جاں نثار مجمع نہیں دیکھا اور نہ کبھی دیکھے گا، اسلامی تاریخ نے یہ سب کچھ محفوظ کر رکھا ہے اور اس طرح کہ اس سے زیادہ حفاظت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، پھر مسلمانوں نے اپنے ہادیِ برحق خاتم الانبیاء ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے انفاسِ قدسیہ کو تو اس طرح محفوظ کر رکھا ہے کہ کوئی قوم نہیں کرسکتی، آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ حدیث وسیرت میں محفوظ ہے۔

الغرض آیتِ کریمہ میں فرمایا جارہا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارا وہ دین جس کا سلسلہ نہ صرف ۲۳/سال بلکہ ہزاروں سال پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے جاری تھا، مکمل وکامل کردیا اور نعمت یعنی نعمتِ نبوت یا نعمتِ اسلام یا اللہ سے تعلق کو پورا کردیا، اب دنیا میں تمہاری فلاح اور دنیا وآخرت دونوں میں تمہاری فلاح ونجات صرف دینِ اسلام سے وابستہ ہے، تمہاری صلاح وفلاح کسی بھی ازم یا نظامِ حیات سے وابستہ نہیں ہے۔

غور فرمایئے! جب یہ آیت کریمہ اتری ہے، اس وقت دنیا میں مختلف اور متعدد مذاہب اور نظامہائے حیات موجود تھے، مختلف ''ازم'' موجود تھے جن سے دنیا آشنا تھی، آج جو کچھ دنیا میں ہورہا ہے، اس کی ابتدائی شکلیں اس وقت موجود تھیں، لیکن ربِ کریم نے ان سب پر خطِ تنسیخ پھیر کر اسلام اور صرف اسلام کو ہماری خیر وفلاح کا ضامن ٹھہرایا ہے، کیونکہ اس قانون کا بنانے والا ''**رب العالمین، أحکم الحاکمین، أرحم الراحمین** '' ہے جس کی مدح وثناء ہم عاجز بندے کر ہی نہیں سکتے، پھر نہ صرف یہ کہ اس نے اس دین کو پسند کیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اعلان فرمایا:

''وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْأٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔'' (آل عمران:۸۵)

''جو شخص اسلام کے علاوہ کسی نظام کو اپنا دین بنائے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں کی فہرست میں شمار ہوگا۔''

کمالِ دین کا مطلب اور اس کے معنی

یہ بھی سمجھئے کہ کمالِ دین کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دین میں عقائد، عبادات، احکام، معاملات، معاشرت، قانونِ صلح وجنگ، اقتصادیات، معاشیات، سیاسیات سب

کچھ موجود ہو، ورنہ اگر انسانی زندگی سے متعلق کوئی ایک شعبہ بھی نہ ہوتو وہ کامل نہیں ہوسکتا، وہ ناقص اور محتاجِ تکمیل کہلائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ اس دین کو کامل فرمارہے ہیں اور واقعتاً اس میں سب کچھ موجود ہے تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم امریکہ، روس یا چین سے کسی ازم کی بھیک مانگیں، درحقیقت کسی بھی دوسرے ازم سے بھیک مانگنا اور اسلام میں اس کا پیوند لگانا شرک فی الربوبیۃ ہے، جو شرک کی بدترین قسم ہے اور جو شخص اس کو جائز سمجھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کی خیر منائے، نہ اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور نہ آخرت پر۔

موجودہ حالات کے تحت اسلام کے معاشی نظام کی ترتیب وتنظیم زیرِغور رہے، اللہ تعالیٰ توفیق دے، تاکہ مثبت پہلو میں دین کا یہ نقشہ آپ کے سامنے آجائے۔

ساری دنیا کا محور آج کل پیٹ کا مسئلہ ہے، اسلام نے پیٹ کے مسئلہ کو حل کیا ہے، لیکن اس کے پسِ منظر میں انسان کو حیوان سے اور جانوروں سے ممتاز کرنے کی غرض سے ایک مستقل نظامِ روحانیت یعنی عقائد وعبادات، اعمال صالحہ واخلاقِ فاضلہ کو محفوظ رکھا ہے، اس کے برعکس امریکہ نے زراندوزی اور عیش کوشی کو ہی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے، روس اور چین نے پیٹ کے مسئلہ کو جیسا تیسا حل کیا، لیکن انسان کو جانور بنا کر ساری انسانی مکرمت اور توقیر چھین لی اور تمام اخلاقی اور روحانی اقدار کو پامال کرکے نرا حیوان بنا ڈالا، اسلام ہی وہ دین کامل ہے جس نے انسان کا صحیح مقام اس دنیا میں متعین کیا اور اس کو وہ نظامِ حیات دیا ہے جو اس کے شایانِ شان ہے، اسلام میں صرف روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ‘ جانوروں کا نعرہ تو ہوسکتا ہے، انسان کا نعرہ ہرگز نہیں ہوسکتا، لہٰذا:

’’اسلام میں کسی بھی ازم کی گنجائش نہیں ہے، نہ کیپٹل ازم کی، نہ سوشلزم کی، نہ نیشنلزم کی۔‘‘

آج ہمارے ملک میں جو مشکلات ہیں وہ معاذ اللہ اسلام کی پیدا کردہ ہرگز نہیں ہیں، بلکہ لوگوں نے اسلامی نظام جس کے نام پر یہ ملک حاصل کیا تھا اس کو پس پشت ڈال کر اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کو اپنا کر یہ مشکلات خود پیدا کی ہیں، اس ملک میں اسلام کو ایک دن بھی اپنا معاشی نظام جاری کرنے کا موقع نہیں دیا گیا، اگر اسلام کے معاشی نظام کو یہاں جاری کیا جاتا تو اس کا امکان ہی نہیں تھا کہ ملک کی معاشی حالت اس درجہ پر پہنچتی اور یہ سوشلزم کے کافرانہ نعرے بلند ہوتے۔

اسلامی سوشلزم کا نعرہ

پھر ان سارے نعروں میں سب سے زیادہ دلچسپ یا تکلیف دہ نعرہ اسلامی سوشلزم کا ہے، بھلا یہ بھی کوئی بات ہے!؟ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ کہا جائے: ’’اسلامی دہریت‘‘، ’’اسلامی لادینی‘‘، ’’اسلامی شراب‘‘، ’’اسلامی قحبہ خانہ‘‘ بلکہ میرے نزدیک اسلامی سوشلزم اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اس سے تو اسلام کے عقیدہ پر زَد پڑتی ہے کہ دین مکمل نہیں ہے۔

اگر کوئی دین و ایمان سے کورا انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ موجودہ دور بدل گیا ہے، اس لیے ہمیں نئے نظام کی ضرورت ہے تو ایسا شخص کافرانہ غلطی میں مبتلا ہے اور اس کا ایمان اللہ اور اس کے رسولِ برحق پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ قانون تو اللہ علیم وخبیر کا بنایا ہوا ہے جو قیامت تک آنے والی نسلوں، ان کے امراض وعوارض، ان کی حاجات وضروریات، مرغوبات ومیلانات کو جاننے والا تھا اور ہے، اس کا علم گزشتہ اور آئندہ سب پر محیط ہے، اس کی قدرت کامل ہے، اس نے اپنے اس ابدی قانون میں اپنے علم اور قدرت دونوں کو سمو دیا ہے، اب نہ کوئی قانون آنے والا ہے، نہ کوئی نبی مبعوث ہونے والا ہے، اب ہماری ہدایت کے لیے یہی نسخۂ کیمیا کافی وشافی ہے۔

اب اس وقت آپ کے سامنے کام کی ترتیب یہ ہے:

الف:..... جہاد باللسان، یعنی زبان سے جہاد، علماء اس میں پہل کریں، آپ ان کی معاونت کریں اور اپنے ماحول وگردوپیش میں اسلام کے لیے مسلسل کام کرتے رہیں۔

ب:..... جہاد بالقلم، جو شخص لکھنے کی قدرت وصلاحیت رکھتا ہے، وہ ان فتنوں کے خلاف لکھے، اخبار نویس اخبارات میں، مصنفین ومؤلفین رسائل وکتابوں میں۔

ج:..... جہاد بالقوۃ، یعنی ضرورت کے وقت اپنے دست وبازو کی قوت کو کام میں لائیں اور ان فتنوں کی بیخ کنی کر کے ہی دم لیں۔

ان شاء اللہ! آپ مجھے اس کام میں پیچھے نہ پائیں گے، آپ سپاہی ہوں گے اور میں آپ کا قائد، اسلام کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، جلد ہی ان شاء اللہ! کچھ اور چیزیں اور پروگرام کی تفصیل آپ کے سامنے آئے گی، **وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین۔**

ڈیجیٹل تصویر یا اباحیتِ عامہ

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

دین اسلام میں صورت گری، کسی بھی شکل میں ہو، کسی بھی طریقے سے بنائی جائے، بناوٹ کے لیے جو بھی آلہ استعمال ہو، کسی بھی غرض و مقصد سے تصویر بنائی جائے، حرام ہے، اس تنوع واختلاف سے صورت گری اور تصویر سازی کے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا، نصوص کی کثیر تعداد اور بے شمار فقہی تصریحات اس مضمون کے بیان پر مشتمل ہیں، جو اہل علم سے مخفی نہیں ہیں، ماضی قریب تک تصویر سازی کی حرمت کا مسئلہ اہل علم کے ہاں مسلم ومتفق علیہ رہا ہے اور اسے بدیہی امور میں سمجھا جاتا تھا، یعنی جس کو عرف نے تصویر کہا وہ تصویر قرار پائی۔

مگر سب سے پہلے مصر اور عرب کے بعض علماء نے اس بدیہی امر کو نظری بنانے کی طرح ڈالی، بل کہ تصویر سازی میں زمانے، آلاتِ تصویر اور اغراض ومقاصد کی تبدیلیوں کو آڑ بنا کر تصویر کی بعض جدید شکلوں کو علمی انداز سے جائز ومباح قرار دینے کی سعی نامشکور کی، اور ایک بدیہی منکر کو ایک علمی فتنہ بنا کر کھڑا کر دیا، جس کی پاداش میں عوام وخواص کے دلوں سے تصویر سازی کی حرمت وشناعت ہی رخصت ہونے لگی، ہمارے اکابر نے اس فتنے کو ''فتنۂ اباحیت'' سے تعبیر کیا ہے، **أعاذنا اللّٰہ من ذٰلک۔**

تصویر کے معاملے میں اس وقت افسوس ناک صورت حال کا سامنا ہے، بعض اہل علم نے تصویر یا تصویر سازی کی ایک جدید شکل ''ڈیجیٹل تصویر'' (Digital Photo) کو فنی مباحث کی نذر کر کے جائز بتایا ہے، اس سے دو بڑی دینی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں:

ایک خرابی یہ کہ آج تک فقہی احکام میں فنی باریکیوں یا آلاتِ ایجاد کو کبھی فقہی حکم کے لیے مدار نہیں بنایا گیا، مثال کے طور پر ''الأذنان من الرأس'' سے یہ استدلال تو درست قرار پاتا ہے کہ طہارت میں کانوں کا وظیفہ وہی ہوگا جو سر کا وظیفہ ہے یعنی مسح، مگر عبارت کا اس سے جو واضح اور متبادر مفہوم ہے یعنی کانوں کی جسمانی ووضعی ساخت کا سر کے ساتھ ہونا، اُسے فقہاء نے فقہی بحث

سے خارج ہونے کی بنا پر قابل تعرض نہیں قرار دیا، اسی طرح علم نجوم اور فلکیات کے احوال کی دریافتگی اور بیان کا معمول قبل از اسلام سے چلا آرہا تھا، آلاتِ اصطرلاب اور رصدگاہوں کا تصور بھی کافی قدیم ہے، مگر شریعت نے فلکی حساب کے لیے فنی مباحث یا متعلقہ آلات کے استعمال، طرقِ استعمال اور برآمد ہونے والے نتائج کو درخورِ اعتنا جاننے کی بجائے محض عمومی مشاہدہ وتجربہ کو فلکی حساب کے فقہی پہلو کی بنیاد قرار دیا: ''صوموا لرؤیتہٖ وأفطروا لرؤیتہٖ۔''

کسی بھی مسئلے کی فنی باریکیوں کی بنیاد پر فقہی تدقیقات کا یہ طرزِ عمل نیا تو ہرگز نہیں، بل کہ اس سے قبل خود کاغذی تصویر (Printed) کے بارے میں مصری اور کچھ مقامی اہل علم اس طرح کے فلسفے بتا بتا کر اپنا سا منہ لے کر ایک طرف ہوگئے تھے اور ہمارے اکابر نے ہمیشہ کاغذی تصویر کو مجسموں اور تماثیل کی طرح حرام ہی بتایا، انہوں نے فقہی حکم کی بنیاد آلات واشکال کی بدلتی صورتوں پر رکھی نہ فنی باریکیوں میں اُلجھے اور عوام الناس نے انہی کی بات کو امر شرعی کے طور پر قبول کیا، باوجود یہ کہ کاغذی تصویر اور قدیم دور کے مجسمات میں بہت بڑا فرق موجود تھا، مگر اب صورت حال کافی خطرناک حد تک مختلف ہوچکی، اس وقت جو اہل علم ''ڈیجیٹل سسٹم'' (Digital System) کے تحت تصویری عمل کی بدلی ہوئی شکلوں کو تصویر کی حرمت کے حکم سے خالی وخارج قرار دے رہے ہیں، انہوں نے اپنے فقہی موقف کی ساری بنیاد تصویر سازی کی جدید شکل کے فنی پہلوؤں پر کھڑی کر رکھی ہے، یہ لوگ ڈیجیٹل تصویر کو انسان کا صنع وعمل ماننے یا کسی شکل وصورت کی ایجاد ماننے کی بجائے نقطوں (Dots) کا مجموعہ قرار دے رہے ہیں اور اس پر فنی باریکیوں سے جواز کا فقہی حکم کشید کرنے کے دعوے دار ہیں۔

یہ طرزِ استدلال، اسلاف کے طرزِ استدلال سے زیادہ مصر کے اباحیت پسند علماء کرام کے طرزِ استدلال سے میل کھاتا ہے، اگر ہمارے معاشرے میں اس طرزِ استدلال نے جڑیں مضبوط کرلیں تو پھر کوئی بعید نہیں کہ تمام قدیم محرمات دھیرے دھیرے مباحات کی نئی فہرست بنتے چلے جائیں، کیوں کہ قریب قریب سارے محرمات کے ارتکابی طریقے، پرانے انداز اَب چھوڑ چکے ہیں، سود وہ ''ربا'' نہیں ہے جو نزولِ وحی کے زمانے میں تھا، قمار کی وہ شکل معدوم ہوچکی ہے جو حرمت کا حکم نازل ہونے کے دور میں پائی جاتی تھی، شراب کشیدگی، مے نوشی کا سارا ترکیبی وفنی انداز یک سر بدل چکا ہے، بدکاری کے پرانے طریقے اور پرانے ناموں کی کلفت دم توڑ چکی ہے، اب فرینڈ شپ، متعہ، مسیار اور وقتی زواج نئے اسلامی برقع میں ملبوس ہوکر سر بازار عام ہونے جارہے ہیں، مقام عبرت ہے کہ اگر ہم مصری ومغربی چھاننی میں منصوص وماثور احکام کو چھاننے بیٹھ گئے تو پھر قریب قریب ساری شریعت فضا میں اُڑتا ہوا بھوسہ ثابت ہوجائے گی۔ ولاسمح اللّٰہ

’’ڈیجیٹل تصویر‘‘ کو فنی مباحث کی نذر کرنے سے دوسری بڑی خرابی یہ پیدا ہو چکی ہے کہ ’’ڈیجیٹل تصویر‘‘ تصویر سازی کی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل ہے اور اُسے تصویر سازی کی ممانعت سے مستثنیٰ قرار دینے والے حضرات بھی اس حد تک تصویر کی حرمت کے پرانے موقف کے تا حال قائل ہیں کہ یہ استثنا اسی وقت تک ہے جب تک یہ تصویر کاغذ یا کسی بھی پائے دار چیز پر پرنٹ نہ ہو، گویا ڈیجیٹل تصویر کو استثنا دینے والے حضرات بھی اپنے موقف میں تحدید کے روادار ہیں، مگر یہاں اس تحدید وتقیید پر دو اہم سوالات اٹھ رہے ہیں، جن کو کسی طور پر نظر انداز کرنا انتہائی مشکل ہے:

پہلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ ڈیجیٹل تصویر کو کیمرہ یا موبائل سے کاغذ پر پرنٹ (Print) کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟ ایسا کون کرے گا؟ اور کیوں کرے گا؟ مجسمہ سازی، تماثیل اور تصاویر کی تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ اس عمل کا بنیادی مقصد یادگار اور تذکار رہتا ہے، دوسرے مقاصد ثانوی ہوتے ہیں، اس بنیادی مقصد کے حصول کے لیے ہر دور میں اچھی سے اچھی شکل اور پائے دار سے پائے دار انداز اختیار کیا جاتا رہا ہے، چنانچہ ہر دور میں تصویر گری کے آلات کی جدّت وندرت اس پر شاہدِ عدل ہے، ڈیجیٹل تصویر کے جواز کے لیے جو حد مقرر کی گئی ہے، اس کے بارے میں کوئی عقل مند انسان خواہ وہ جاہل ہو یا عالم ہو، یہ سوچے اور بتائے کہ آیا فی زمانہ اس قید وحد بندی کا کوئی فائدہ، کوئی ضرورت یا کوئی اہمیت ہے؟ کیوں کہ موجودہ دور میں تصویر سازی اور منظر بندی کے لیے پرنٹ کا سہارا لینا، یا مجسمہ سازی اور تماثیل کی طرف پلٹ کر جانا ہمارے جدت پسندوں کی رائے اور زبان میں دقیانوسی کی بدترین مثال بن سکتی ہے، کیوں کہ بولتی، تھرکتی اور چلتی پھرتی تصویروں کے ذریعے اچھی، عمدہ اور شفاف منظر بندی کو چھوڑ کر کاغذ کے پرنٹ کا تکلف کر کے کون نادان مفت میں گناہ گار بننے کی راہ اختیار کرے گا، جب اس ’’تکلف‘‘ کی خارج میں کوئی حقیقت نہیں تو بھلا اس قید کے ساتھ ڈیجیٹل کے استثنائی جواز کو مقید کرنے کا تکلف چہ معنی وچہ حیثیت دارد؟ بس سیدھا ارشاد صادر ہو کہ ہر کہ ’’ناروا‘‘ بود ’’روا‘‘ شد!

دوسرا سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن اہل علم کی طرف سے ڈیجیٹل تصویر کا محدود ومقید جو بھی فقہی حکم بتایا گیا تھا، اس کے نتیجے میں عوام وخواص کی ہر مجلس ومحفل میں تصویر سازی، تصویر نمائی اور تصویروں کی تبادلاتی ریل پیل عام ہے اور مزید عام ہوتی جارہی ہے، اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟ یہ کس ضرورتِ شدیدہ کی بنا پر ہو رہا ہے؟ بعض لوگ مختلف دینی یا زمانی ضرورتوں کی بنا پر تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں، جو کہ مستقل موضوع ہے، اُسے کسی مستقل نشست میں سمجھنے کی کوشش کریں گے، یہاں صرف یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ آیا ڈیجیٹل تصویر کا جواز بتانا اتنا ناگزیر تھا کہ اگر اس موقع پر اپنی رائے کو عام نہ کیا جاتا تو کسی بڑے شرعی مفسدے کا خطرہ تھا؟ آخر ہمارے اہل علم کو ایسا کون سا دینی، علمی اور فقہی اقتضا

درپیش تھا جس کے تحت ڈیجیٹل تصویر کو جائز قرار دیا گیا اور اس کے نتیجے میں اب ہر ہاتھ میں کیمرہ نظر آتا ہے اور ہر مجلس میں تصویر سازی کا عمل رائج ہے؟! اور یہ عمل بے دریغ ہورہا ہے، مجوزین کی طرف سے بیان کردہ ضرورت' اپنی حدود وقیود سے کہیں آگے بڑھ چکی ہے اور تفریح، لہو ولعب اور فیشن کے طور پر تصویر سازی ہورہی ہے، اسے لغو بات کہیں گے یا کارِ ثواب؟ اور علمی تاریخ کا یہ استفسار بھی ہمارے مجوزین کے ذمے قرض ہے کہ ڈیجیٹل تصویر کے لیے تصویر کی حرمت سے استثنا بتانا زیادہ ضروری تھا یا تصویر کے معاملے میں مسلمانوں کو احساسِ گناہ سے محروم کرنا زیادہ سنگین ہے؟

ایک اور اہم سوال بھی جواب چاہتا ہے کہ اگر مسلمان ڈیجیٹل تصویر کی بدولت مجسمہ سازی کی مشقت اُٹھانے سے بے نیاز ہوجائیں اور پرنٹڈ (Printed) تصاویر سے مستغنی ہوجائیں تو قرآن وسنت میں صورت گری اور تصویر سازی کی حرمت بیان کرنے والی نصوص کا مدلول ومصداق کیا بچے گا؟ آیا نصوص شرعیہ کو قیامت سے قبل ہی معطل قرار دیں گے؟! یا تصویری مقاصد کو احسن انداز میں پورا کرنے والی ڈیجیٹل تصویر کی کسی قسم کو ایسی نصوص کا مصداق مانیں گے؟ یا پھر قیامت سے پہلے اباحیتِ عامہ کی قیامت برپا کرنے کی جسارت پر مصر رہیں گے؟

أللّٰھم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

www.banuri.edu.pk

ملفوظاتِ حضرت شیخ بنوری قدس سرہٗ

ترتیب : مولانا حفظ الرحمٰن اعوان

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عظیم محدث ،فقیہ، داعی، مبلغ، مصنف اور صاحب ارشاد ہونے کی حیثیت سے دُرِّ یکتا تھے ۔ حضرتؒ کے چند قیمتی ملفوظات نذرِ قارئین ہیں :

آبِ زر سے لکھنے کے قابل نصیحت

شہیدِ اسلام مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : ''زمانہ طالب علمی میں' میں ایک مرتبہ سفر میں تھا ، عریضہ ارسالِ خدمت کیا ، جس میں کچھ نصیحت کی درخواست کی تھی ، جواب آیا اور ایسی قیمتی اور بہترین نصائح پر مشتمل جواب جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے ، تحریر فرمایا : ''دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا کسی سے خیر کی توقع نہ کریں ، اور نہ کسی پر اعتماد و توکل کریں ، ورنہ سوائے خسران و ناکامی کوئی اور نتیجہ نہ ہوگا ۔''

مدرسہ کی خدمت بڑا اِعزاز

حضرت شیخ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ : ''میں نے مدرسہ اس لیے نہیں بنایا کہ مہتمم یا شیخ الحدیث کہلاؤں ، جلال میں آکر فرماتے ، اس تصور پر لعنت ۔'' پھر فرماتے : ''اگر کوئی مدرسہ کا اہتمام اور بخاری شریف پڑھانے کا کام اپنے ذمہ لے لے ، تو مجھے خوشی ہوگی ، اور میں ایک عام خادم کی طرح سے مدرسہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کروں گا ۔''

حصولِ معاش کا تصور ختم کردیا جائے

فرمایا : ''ہم تو چاہتے ہیں کہ حصولِ معاش کے تصور کو ختم کردیا جائے اور طالب علم صرف اللہ تعالیٰ کے دین کا سپاہی بنے ، اس کے سوا زندگی کا کوئی مقصد اس کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر اس کا یقین اور اعتماد ہو کہ معاش کی فکر کے بغیر اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرے ۔''

ایک خاص دعا کا اہتمام

فرماتے تھے کہ : ''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دعا سکھا دی ہے ، یہی دعا کرتا ہوں : ''اے اللہ ! تو خزانوں کا مالک اور بندوں کے دل بھی تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں ، آپ ان کے دل پھیر دیں ،

وہ خود آ کر اس مدرسہ کی خدمت کریں، ہمیں ان کے در پہ نہ لے جا۔'' فرماتے تھے: ''مال داروں کو ہمارا ممنون ہونا چاہیے کہ ہم ان کا مال صحیح جگہ خرچ کر کے ان کے لیے جنت کا سامان بناتے ہیں۔''

جب خدمتِ دین کے سارے دروازے بند ہو جائیں

فرماتے تھے: ''خدانخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مجھ پر خدمتِ دین کے سارے دروازے بند ہو جائیں تو میں ایسا گاؤں تلاش کروں گا جہاں کی مسجد غیر آباد ہو اور لوگ نماز نہ پڑھتے ہوں، وہاں جا کر اپنے پیسوں سے ایک جھاڑو خریدوں گا اور مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کروں گا، پھر خود ہی اذان دوں گا اور لوگوں کو نماز کی دعوت دوں گا، جب وہ مسجد آباد ہو جائے تو پھر دوسری مسجد تلاش کروں گا اور وہاں بھی ایسا ہی کروں گا۔''

دینی مدارس دنیا یا آخرت کا عذاب

ارشاد فرمایا کہ: ''اگر دینی مدرسہ دنیا کے لیے بنایا ہے تو آخرت کا سب سے بڑا عذاب ہے اور اگر آخرت کے لیے بنایا ہے تو دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے۔''

تصحیحِ نیت کی ترغیب

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا معمول تھا کہ تعلیمی سال کے آغاز میں قدیم و جدید طلباء کی تصحیح نیت کے لیے تقریر فرماتے، جس میں طلبہ سے اس بات کا عہد لیتے کہ وہ اس مدرسہ میں علم دین کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی، اسلام کی بقا اور حفاظت کے لیے حاصل کریں گے، اغراضِ دنیا اور ظاہری عیش و راحت کے حصول کی نیت سے نہیں، علم دین کو نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنانے والے کو اس بچے سے تشبیہ دیا کرتے، جس کے ہاتھ میں اس کے باپ نے گوہر نایاب تھما دیا ہو، مگر وہ ناسمجھ بچہ اس بے مثل گوہرِ نایاب کے عوض دکاندار سے پھل لے کر خوش ہو جائے، بڑے غصہ میں فرمایا کرتے تھے: ''شقی اور ملعون ہے وہ شخص جو علم دین کو حصولِ دنیا کے لیے استعمال کرتا ہے، ایسے بد بخت سے سر پر ٹوکری اُٹھا کر مزدوری کرنے والا بدرجہا بہتر ہے۔''

طلبہ کی شکل وصورت

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے: ''جو طالب علم اس مدرسہ میں اسلامی شکل و شباہت اختیار کیے بغیر رہنا چاہتا ہے اور جس کے دل میں علم دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی تمنا ہے، وہ ہمارے مدرسہ میں نہ رہے، ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بدترین خیانت ہوگی۔''

اخلاص کی برکت

فرمایا: ''ایک شخص اپنے اخلاص کی بدولت الف، با پڑھ کر جنت میں جا سکتا ہے اور دوسرا اخلاص کے بغیر بخاری شریف پڑھ کر اس سے محروم رہ سکتا ہے۔'' (بحوالہ: جمالِ یوسفؒ)

جمعہ کے دن عصر کے بعد پڑھا جانے والا درود شریف

ثبوت و تحقیق

مولوی عبداللہ گل احمد دیوان

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صلاۃ وسلام پیش کرنا افضل ترین عبادت اور دربارِ خداوندی میں قرب کا بہترین ذریعہ ہے۔ صلاۃ وسلام کے مختلف طریقے وصیغے ہیں جن کا احادیثِ مبارکہ میں ذکر ملتا ہے، اس پر محدثین نے مستقل کتابیں لکھیں ہیں۔ درج ذیل درود شریف اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام کے معمول میں ہے، جیسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل درود شریف'' میں نقل کیا ہے اور اکثر اسی کتاب کے حوالے سے اس کی تشہیر کی جاتی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

''من صلّی صلاۃَ العصر من یوم الجمعة فقال قبل أن یقوم من مکانهٖ : أللّٰهم صل علٰی محمد النبی الأمی وعلٰی اٰلهٖ وسلم تسلیمًا ثمانین مرةً ، غفرت لهٗ ذنوبُ ثمانین عامًا، وکتبت لهٗ عبادةُ ثمانین سنةً۔'' (القول البدیع،ص: ۳۹۹، ط: دار الیسر)

''جو شخص جمعہ کے دن عصر کے بعد اپنی جگہ سے کھڑا ہونے سے پہلے یہ درود شریف اَسّی (۸۰) مرتبہ پڑھے: ''أللّٰهم صل علٰی محمد النبی الأمی وعلٰی اٰلهٖ وسلم تسلیما۔'' اس کے اَسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور اَسّی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔''

ذیل میں اس حدیث کی علمی وفنی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ ہماری زیرِ بحث حدیث میں جمعہ کے دن عصر کے بعد خاص درود شریف پڑھنے پر ۸۰/سال کے گناہ کی معافی اور ۸۰/سال کی عبادت کی بشارت ہے۔ ذخیرۂ احادیث میں اس قسم کی دو موقوف روایات ملتی ہیں: پہلی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جو ابھی ذکر کی گئی۔ دوسری روایت حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ہے، جس کے یہ الفاظ ہیں:

''وعن سهل بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال: من قال فی یوم الجمعة بعد العصر: ''أللّٰهم صل علٰی محمد النبی الأمی و علی أله وسلم'' ثمانین مرةً، غفرت لهٗ ذنوبُ ثمانین عاما۔''

ان دو روایات میں تین فرق ہیں:

۱:.....پہلی روایت میں ''قبل أن یقوم من مکانهٖ'' کے الفاظ ہیں، جب کہ دوسری اس سے خالی ہے۔

۲:.....اسی طرح پہلی میں ''وسلم تسلیما'' ہے، جب کہ دوسری روایت میں ''تسلیما''

کا لفظ نہیں ہے ۔

۳:.....پہلی میں ’’کتبت لہٗ عبادۃُ ثمانین سنۃً‘‘ کے الفاظ بھی ہیں، جبکہ دوسری میں صرف ’’غفرت لہٗ ذنوبُ ثمانین عامًا‘‘ کے الفاظ آئے ہیں ۔

بہرحال ہردوحدیث کامضمون دوسرے کی تائید کرتا ہے ۔ذیل میں ان کی تخریج پیش کی جاتی ہے:

ا:.....حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ والی روایت کومحدثِ اندلس حافظ ابن بشکوال (المتوفی ۵۷۸ھ) نے اپنی کتاب ’’القربۃ إلی رب العالمین بالصلاۃ علی محمد سید المرسلین‘‘ صفحہ:۱۱۴ میں ذکر کیا ہے، جبکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ والی روایت مذکورہ کتاب میں نہیں ملی، ملاحظہ ہو:

’’قال شیخنا أبو القاسم : وروینا عن سھل بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال: من قال فی یوم الجمعۃ بعد العصر :’’ألّٰلھم صل علٰی محمد النبی الأمی وعلی ألہ وسلم‘‘ ثمانین مرۃً ، غفرت لہٗ ذنوبُ ثمانین عاما۔‘‘

حدیث پرکلام کرنے والے حضرات

حافظ ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اس کی کوئی سند ذکرنہیں کی، اس بنا پر کسی بھی محدث یا مخرج نے اس پر صحت، حسن یا ضعف کا حکم نہیں لگایا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ کسی محدث نے اُسے موضوع بھی نہیں کہا۔موقوفاً یہ روایت اسی طرح بیان کی جاتی ہے۔

لیکن درج ذیل سطروں میں جس طرح حافظ ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ کے استاد شیخ ابوالقاسم احمد بن بقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۳۲ھ) سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تک کے رواۃ کا تذکرہ کیا گیا، اس سے اس حدیث کی صحت خوب واضح ہے۔سندِ حدیث ملاحظہ ہو:

حافظ ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند میں ’’شیخنا أبو القاسم‘‘ کہنے پر اکتفاء کیا ہے،اس سے ان کی مراد کون ہے؟ چنانچہ ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ خود ہی اپنی تاریخ کی کتاب ’’الصلۃ‘‘ میں ان کا تذکرۂ خیرفرماتے ہیں:

’’أحمد بن محمد بن أحمد بن مخلد بن عبد الرحمٰن بن أحمد بن بقی بن مخلد بن یزید من أھل قرطبۃ یکنی: أبا القاسم..... وکان من بیئۃ علم و نباھۃ وفضل و صیانۃ، وکان ذاکرا للمسائل والنوازل، دربًا بالفتوٰی، بصیرًا بعقد الشروط و عللھا، مقدما فی معرفتھا. أخذ الناس عنہ واختلفت إلیہ و أخذت عنہ بعض ما عندہٗ ، وأجاز لی بخطہٖ غیر مرۃ۔‘‘

’’موصوف کاتعلق انتہائی شریف،علمی اور پاکیزہ خاندان سے تھا۔نت نئے مسائل کا خوب استحضار اورفتویٰ نویسی میں خوب مہارت رکھتے تھے۔شرائط اورعللِ حدیث میں بصیرت انتہاء کوتھی۔ لوگوں نے ان سے خوب علم حاصل کیا۔ میں نے بھی ان سے استفادہ کیا اورانہوں نے کئی مرتبہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے اجازت دی۔‘‘

موصوفؒ کی ولادت ۴۴۶ھ کی اور وفات ۵۳۲ھ کی ہے۔ (۱)

شیخ ابوالقاسم اپنے استاد، بقیۃ الشیوخ، محدثِ اندلس، فقیہِ وقت ابوعبداللہ محمد بن الفرج قرطبی مالکی طلاعی رحمۃ اللہ علیہ (۴۰۴ھ-۴۹۷ھ) کے شاگردوں میں سے تھے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں رقم طراز ہیں:

’’و کان شدیدًا علی أهل البدع، مجانبا لمن یخوض فی غیر الحدیث۔‘‘ (۲)

’’بدعتیوں کے سخت خلاف تھے، حدیث کے علاوہ دوسری ابحاث میں نہیں پڑتے تھے۔‘‘

ابوبکر محمد بن خیر اموی اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۲ھ-۵۷۵ھ) اپنی کتاب جو’’فہرست ابن خیر‘‘ کے نام سے مشہور ہے، میں موصوف کی کتاب الاحکام کی سند ذکر کرتے ہیں، جو اس بات کی شاہد ہے کہ شیخ ابوالقاسم اپنے استاد ابوعبداللہ محمد بن الفرج رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کے حامل تھے، ملاحظہ ہو:

’’کتاب أحکام رسول اللّٰه ﷺ، تألیف الفقیه أبی عبد اللّٰه محمد بن فرج رحمهٗ اللّٰه، و کتاب الوثائق المختصرة من تألیفه أیضا، حدثنی بهما الشیخ الفقیه أبو القاسم أحمد بن محمد بن بقی رحمه اللّٰه قراء ة منی علیه فی منزله، قال: حدثنی بهما أبوعبداللّٰه محمد بن فرج مؤلفهما -رحمهٗ اللّٰه- قراءةً علیه۔‘‘ (۳)

اس کے بعد سند کا یہ سلسلہ کدھر جاتا ہے؟ چنانچہ فہرست ابن خیر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فقیہ ابوعبداللہ محمد بن الفرج روایت کرتے ہیں: ابوالولید یوسف بن عبداللہ بن المغیث (۳۳۸ھ-۴۲۹ھ) سے، جن کا تذکرہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ: ’’الإمام الفقیه، المحدث شیخ الأندلس، قاضی القضاة، بقیة الأعیان‘‘ سے کیا ہے۔ (۴) اور یہ روایت کرتے ہیں مسندالاندلس ابوعیسی یحییٰ بن عبداللہ اللیثی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۶۷ھ) سے اور یہ اپنے والد کے چچا ابومروان عبیداللہ بن یحییٰ لیثی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۹۸ھ) سے جن کی قبولیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ بقول حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے: ’’اندلس میں ان کے جنازے سے بڑا کوئی جنازہ نہیں ہوا، حتیٰ کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی ان کے جنازے میں شرکت کی۔‘‘ (۵) اور یہ اپنے والد، راویِ موطا، فقیہ کبیر یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر المصمودی الاندلسی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۹۸ھ) رحمهم اللّٰه تعالیٰ أجمعین سے کرتے ہیں، جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ اس سے آگے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سند واضح ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ نے اس درود کو اگرچہ تعلیقاً ذکر کیا ہے، لیکن سند کا سلسلہ جو ذکر کیا گیا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان تک جو حدیث پہنچتی رہی وہ اسی سلسلے کی مرہونِ منت ہے، جس میں وقت کے بڑے بڑے علماء و محدثین شامل ہیں۔ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اور آشکارا ہو جاتی ہے، لہٰذا اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر یہ روایت موضوع و من گھڑت ہوتی تو اس قسم کا سلسلہ اس کو کیسے روایت کرتا؟!

۲:.....متأخرین علماء میں سے محقق العصر، حافظ عبد الرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۲ھ) نے بھی ان دونوں روایات کو ''القول البدیع'' میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''وفی لفظ عند ابن بشکوال من حدیث أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أیضا:من صلی صلاۃ العصر من یوم الجمعۃ فقال قبل أن یقوم من مکانہ : '' أللّٰہم صل علٰی محمد النبی الأمی وعلٰی آلہ وسلم تسلیما '' ثمانین مرۃ غفرت لہ ذنوبُ ثمانین عاما و کتبت لہ عبادۃُ ثمانین سنۃً ۔ وعن سہل بن عبداللّٰہ قال: من قال فی یوم الجمعۃ بعد العصر :'' أللّٰہم صل علٰی محمد النبی الأمی وعلٰی آلہٖ وسلم '' ثمانین مرۃ غفرت لہ ذنوبُ ثمانین عاما۔ أخرجہ ابن بشکوال۔ انتہٰی کلام السخاویؒ ۔''(۶)

موصوف اپنے وقت کے محدث، محقق اور حافظ حدیث تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۲ھ) کے شاگردوں میں ان کا کوئی سہیم وشریک نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہو أمثل جماعتی ''یعنی وہ میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔

سخاوی رحمۃ اللہ علیہ عللِ حدیث کے ماہر تھے۔علمِ جرح وتعدیل کی ان پر انتہاء ہوگئی، یہاں تک کہا گیا ہے کہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو اُن کی راہ پر چلا ہو۔تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو: محقق العصر استاذ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی صاحب کی کتاب ''فوائدِ جامعہ،ص: ۵۰۸ اور عربی زبان میں ''الحافظ السخاویؒ و جہودہٗ فی علوم الحدیث '' (د. بدر بن محمد بن محسن العماش، مجلدین ، مکتبۃ الرشد، ریاض) قابلِ غور بات یہ ہے کہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پایہ عالم جنہوں نے معتبر و غیر معتبر روایات میں فرق اور فتاویٰ حدیثیہ کے بارے میں دو کتابیں لکھیں: ''المقاصد الحسنۃ''اور'' الأجوبۃ المرضیۃ'' وہ کس طرح اپنی کتاب میں ایسی حدیث ذکر کر سکتے ہیں جو موضوع ہو اور اُسے ذکر کرنا تحقیق کے خلاف ہو۔ اس قسم کے محقق سے یہ بات بعید ہے۔

موصوف کی کتاب ''القول البدیع ''کواللہ تعالیٰ نے بڑی قبولیت اور جامعیت سے نوازا ہے، چنانچہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۹۰۹-۹۷۴ھ) ''الدر المنضود '' کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

''فلا تری منہم من أحاط ببعض کتب ہذا المقصد الأسنی إلا الشاذ النادر، الذی خلصہٗ اللّٰہ من الحظوظ و العنا لاشتمالہا علٰی بعض البسط و زیادۃ التأصیل و التفریع، ککتاب الحافظ السخاویؒ المسمی ب ''القول البدیع ''، ہذا مع أنہٗ أحسنہا جمعا، وأحکمہا وضعا، و أحقہا بالتقدیم، وأولاہا بالإحاطۃ، لما فیہ من التحقیق والتقسیم ۔''(۷)

یعنی یہ کتاب ترتیب اور وضع کے اعتبار سے سب سے عمدہ اور تحقیق اور ابحاث کی تقسیم کے اعتبار سے سب سے آگے ہے۔

حافظ مرتضیٰ زبیدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۰۵ھ) ''شرح احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں:

''هو أحسن كتاب صنف فى الصلاة عليه، صلى الله عليه وسلم۔''(۸)

''درودشریف کے باب میں یہ کتاب سب سے بہترین تصنیف ہے۔''

شیخ الشیوخ علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''سعادة الدارين'' میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا یوں تعارف کرایا ہے:

''و أجمل هٰذه الكتب و أجمعها، و أفضلها فى علم هذا الفن و أنفعها: القول البديع۔''(۹)

''اس فن کی تمام کتب میں سب سے عمدہ، جامع، افضل اور فائدہ مند کتاب ''القول البديع'' ہے۔''

موصوف کے علمی کمالات و کارناموں پر ایک علمی مقالہ لکھا گیا جس پر مصنف کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ۱۴۱۹ھ میں دکتوراہ (پی-ایچ-ڈی) کی ڈگری سے نوازا گیا۔ اسی طرح موصوف کی تصنیفات وتالیفات پر ایک کتاب بہ نام ''مؤلفات السخاوی'' لکھی گئی جو دارابن حزم سے ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث کو موضوع کس نے قرار دیا؟ اب تک ایسی کتاب یا کسی محدث کی عبارت نظروں سے نہیں گزری جس نے اسے موضوع قرار دیا ہو۔ بالفرض اگر کسی کے ذہن میں اس کے موضوع ہونے کا خیال آتا ہے تو شاید اس کے ذہن میں ہو کہ اتنے چھوٹے سے عمل پر اتنا بڑا ثواب کیسے مل سکتا ہے؟ جیسا کہ محدثین نے موضوع حدیث کے پہچاننے کے لیے اسے علامت کے طور پر لکھا ہے، ملاحظہ ہو: تدریب الراوی، ص: ۲۴۰، ط: دارالحدیث، چنانچہ شیخ محمد عوامہ - حفظہ اللہ - نے ''القول البديع'' کے مقدمہ میں عارف باللہ ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

''من فاتهٗ كثرة الصيام والقيام فعليه أن يشتغل نفسهٗ بالصلاة علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فإنک لو فعلتَ فى جميع عمرک كلَّ طاعة ثم صلى الله عليک صلاة واحدة، رجحت تلک الصلاة الواحدة على كل ما عملتهٗ فى عمرک كلهٖ من جميع الطاعات، لأنک تصلى علىٰ قدر وسعک وهو يصلى حسبَ ربوبيتهٖ۔''

''جس شخص کے بہت سے (نفلی) نماز روزے قضا ہوگئے ہوں، اُسے چاہیے کہ درود شریف پڑھنے کو اپنا مشغلہ بنالے، اس لیے کہ اگر تم ساری زندگی نیکیاں کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ تم پر ایک دفعہ رحمت کی نگاہ ڈال دے تو بے شک یہ نگاہِ رحمت تمہاری عمر بھر کی نیکیوں سے بہتر ہے، اس لیے کہ ایک تمہاری کوشش ہے اور ایک اس کی شانِ ربوبیت ہے۔''

ہم معنی روایت

جمعہ کے دن مطلقاً اَسّی (۸۰) مرتبہ درود شریف پڑھنا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے،

جس پر ۸۰ رسال کے گناہوں کی معافی کا وعدہ ہے، ملاحظہ ہو:

’’عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: الصلاة عليَّ نورٌ علٰی الصراط، و من صلّٰی عليَّ يوم الجمعة ثمانين مرةً غفرت لهٗ ذنوبُ ثمانين عامًا۔‘‘

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود پاک پڑھنا پل صراط پر نور کا باعث ہوگا۔ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر ۸۰ مرتبہ درود بھیجے گا اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔‘‘

درج بالا حدیث مبارک کو مندرجہ ذیل محدثین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے:

ا:.....ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی المعروف بابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (۲۹۷-۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب ’’الترغيب فی فضائل الأعمال وثواب ذلک‘‘ میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ (۱۰)

واضح رہے کہ ابنِ شاہین رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے حافظ، عالم اور ملک عراق کے بڑے شیخ تھے۔ موصوف کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۴۸ھ) سیر اعلام النبلاء میں رقم طراز ہیں:

’’الشيخ الصدوق، الحافظ العالم، شيخ العراق و صاحب التفسير الكبير، أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن أيوب بن ازداز البغدادی الواعظ .... قال أبو الفتح بن أبی الفوارس: ثقة مأمون صنف ما لم يصنفه أحد. وقال أبو بكر الخطيب: كان ثقة أمينا، يسكن بالجانب الشرقی. قال حمزة السهمی: سمعت الدارقطنیَ يقول: ابن شاهين يلح على الخطأ، وهو ثقة۔‘‘

’’ابوالحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداز بغدادی واعظ، شیخ، صدوق، حافظ اور عالم، عراق کے شیخ اور ایک بڑی تفسیر کے مصنف تھے۔ موصوف کے بارے میں ابن ابی الفوارس فرماتے ہیں: قابل بھروسہ اور اعتماد والی شخصیت ہیں۔ یہ وہ لکھ گئے جو کوئی نہیں لکھ پایا۔ ابوبکر خطیبؒ لکھتے ہیں: یہ بااعتماد اور امانت دار انسان تھے، مشرقی جانب سکونت پذیر تھے۔ حمزہ سہمیؒ دارقطنی کا قول نقل کرتے ہیں: ابن شاہین اگرچہ معتمد تھے، لیکن اپنی غلطی پر جمے رہتے تھے۔‘‘

آخر میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نتیجہ نکالتے ہوئے اپنی تحقیق یوں پیش کرتے ہیں:

’’ماكان الرجل بالبارع فی غوامض الصنعة ولكنهٗ راوية الإسلام – رحمه اللّٰه– ۔‘‘ (۱۱)

’’اگرچہ فن حدیث کی باریکیوں سے بےخبر تھے، لیکن ’’راویۃ الاسلام‘‘ کا لقب ان کا حق ہے۔‘‘

۲۔ محدثِ اندلس ابوالقاسم خلف بن عبدالملک ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۷۸ھ) نے اپنی پوری سند کے ساتھ اس حدیث کو اپنی کتاب ’’القربة إلى اللّٰه‘‘ میں ذکر کیا ہے۔ (۱۲)

ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ الفاظ استعمال فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

’’الإمام العالم الحافظ، الناقد المجود، محدث الأندلس، أبو القاسم خلف بن

عبد الملک۔''(۱۳)

۳:.......ابوشجاع شیرَ وَیہ بن شَھرَ دار الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ (۴۴۵-۵۰۹ھ) نے اپنی کتاب ''**الفردوس بمأثور الخطاب**'' میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔(۱۴)

۴:.....محقق العصر علامہ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۲ھ) نے اپنی کتاب ''**القول البدیع**'' میں اس درود پاک کو ذکر کرکے اس کی نہایت عمدہ تحقیق پیش کی ہے اور ضعف کا حکم لگا کر اس حدیث کے طرق پیش کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو: (**القول البدیع**:ص:۳۹۹)(۱۵)

خلاصۂ تحقیق

۱:.....جمعہ کے دن عصر کے بعد پڑھے جانے والے خاص درود شریف کا ثبوت (موقوفاً) احادیث کی کتابوں سے ملتا ہے۔(۱۶)

۲:.....ثواب کی نیت سے اس کو پڑھ سکتے ہیں۔

۳:.....اس کو بیان بھی کر سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے سکتے ہیں۔

۴:.....جو لوگ اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں ان کی رائے تحقیق کے خلاف ہے۔

۵:.....حدیث مبارکہ میں ۸۰/ کے عدد سے تعیین وتحدید مقصد نہیں، بلکہ یہ ایک تعبیر ہے، درود شریف کی کوئی نہایت نہیں، اس میں زیادتی خیر کا باعث ہے، چنانچہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: میں اپنی دعاؤں میں کتنا حصہ درود کے لیے مقرر کروں؟ جواباً ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو، جتنا زیادہ پڑھو گے اتنا ہی فائدہ ہوگا۔(۱۷) واللہ اعلم

حوالہ جات

۱:.....کتاب الصلة، ج:۱،ص:۱۳۴، ط: دار الکتاب المصری۔

۲:.....سیر اعلام النبلاء، ج:۱۹،ص:۱۹۹، الصلة، ج:۳،ص:۸۲۳۔

۳:.....فہرست ابن خیر،ص:۲۴۶، ط: مؤسسة الخانجی۔القاہرة۔

۴:.....سیر، ج:۱۷،ص:۵۶۹۔

۵:.....تاریخ الاسلام، ج:۶،ص:۹۷۹، ط: دار الغرب۔

۶:.....القول البدیع،ص:۳۹۹، ط: دار الیسر۔

۷:.....الدر المنضود،ص:۳۴، الناشر: دار المنہاج، جدة، الاولیٰ، ۱۴۲۶ھ۔

۸:.....شرح احیاء العلوم، ج:۳،ص:۲۹۰، ط: بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

۹:.....القول البدیع،ص:۸۔

۱۰:.....الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک،ص:۱۴، ط: دار الکتب العلمیة۔

۱۱:..... سیر اعلام النبلاء، ج:۱۶،ص:۴۳۱، ط: مؤسسة الرسالة، بیروت۔

۱۲:.....ملاحظہ ہو: باب فضل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشیة الخمیس ویوم الجمعة،ص:۱۱۱، ط: دار الکتب العلمیة، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۲۰ھ۔

۱۳:..... سیر، ج:۲۱،ص:۱۳۹۔

۱۴:.....ملاحظہ ہو: الفردوس للدیلمی، ج:۲،ص:۴۰۸، رقم الحدیث:۳۸۱۴، ط: دار الکتب العلمیة۔

۱۵:.....تحقیق: محمد عوامہ، ط: دار الیسر۔

۱۶:.....لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ حکماً مرفوع ہے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وہ اقوال جو ثوابِ مخصوص یا عقابِ مخصوص کے بارے میں ہوں مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں۔ انظر: تدریب الراوی، بحث: قول الصحابیؓ: کنا نقول کذا،ص:۱۶۲، ط: قدیمی۔

۱۷:.....رواہ الترمذی فی کتاب صفة القیامة، باب:۲۳، وأخرجہ السخاوی وأحال إلی الترمذی، انظر القول البدیع،ص:۲۶۰۔

من گھڑت اور غیر معتبر روایات

بنیادی عوامل اور ان کے سدِّ باب کی راہیں

مفتی طارق امیر خان

شریعتِ غرّاء میں اَحادیثِ رسول اللہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو مصدرِ ثانی کی اَساسی حیثیت حاصل ہے، جس میں نقب زنی سے حفاظت کا انتظام عہدِ رسالت کی ابتدا ہی سے کردیا گیا تھا، اور یہ صیانت وحفاظت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا نتیجہ تھی:

''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ''۔ ①

ترجمہ: ''جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہر دَم خوفزدہ رہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دستور ہمہ وقت اُن کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اسی کیفیت کو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن لفظوں میں بیان کیا ہے:

''سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان، محافل صحابہ رضی اللہ عنہم میں اتنی شہرت اختیار کرگیا تھا کہ آج بھی کتبِ حدیث میں سو سے زائد ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام محفوظ ہیں، جن سے یہ روایت مسنداً (سند کے ساتھ) منقول ہے۔'' ②

اگر اِن تمام طُرق اور روایات کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہمہ گیری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، کیونکہ جہاں اِبتدائے نبوت کی خفیہ مجالس میں اس حدیث کی سرگوشیاں تھیں، وہاں اِکمالِ نبوت یعنی خطبۂ حجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں بھی اسی اعلان کی گونج تھی، جہاں عشرہ مبشّرہ رضی اللہ عنہم اس روایت کو نقل کررہے ہیں، وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عام وخاص بھی اس کو دُہرارہے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم میں جس طرح یہ ارشاد زبان زَدِ عام تھا، صحابیات رضی اللہ عنہن کی مجالس بھی اس فرمان سے مزیّن تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی ارشاد کا اثر تھا کہ جب ذخیرۂ اَحادیث میں من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایات کے ذریعے رَخنہ اندازی کی مذموم کوششیں شروع ہوگئیں، تو محدثینِ کرام نے احادیث کے صحت وسُقم کے مابین ''اِسناد'' کی ایسی خلیج قائم کردی، جس کی مثال اُممِ سابقہ میں ملنا مُحال ہے، محدثینِ

کرام نے احادیث کوخس وخاشاک سے صاف کرنے کے لیے یہی ’’میزانِ اِسناد‘‘ قائم کی، جس کے نتیجے میں حدیث کے مبارک علوم وجود میں آتے رہے، ضعیف اور کذّاب راویوں پر مستقل تصانیف کی گئیں، انہی متقدمین علماء نے کتب العِلَل میں ساقط الاعتبار (غیر معتبر) احادیث کو واضح کیا، علماء متأخرین نے بھی باقاعدہ مُشتَہرات (زبان زَدِ عام روایات پر مشتمل کتابیں) ساقط الاعتبار اورمن گھڑت روایات پر کتابیں لکھیں، چنانچہ ہر زمانے میں احادیث کا ذخیرہ محفوظ شاہراہ پر گامزن رہا، غرضیکہ روئے زمین پر جہاں کہیں اسلام کا سورج طلوع ہوا ہے، وہ حدیث کے محافظین خود ساتھ لایا ہے۔

پاک وہند میں ساقط الاعتبار اورمن گھڑت روایات اوراُن کا سدّ باب

اگر ہم اپنے خطّے برّصغیر پاک وہند کا جائزہ لیں، تو موضوعات کی روک تھام میں سرفہرست علامہ ابوالفضل الحسن بن محمد صغانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نظر آتا ہے، آپ ۵۷۷ھ لاہور (پاکستان) میں پیدا ہوئے، اورحدیث ولغت کی دیگر خدمات کے ساتھ، خودساختہ روایات پر دوگراں قدر کتابیں لکھیں:

۱:-الدُرَرُ المُلْتَقَط في تَبيينِ الغَلَط

۲:-موضوعات الصَّغَانِي

من گھڑت اورغیر معتبر روایات کے بنیادی عوامل

پاک وہند میں من گھڑت اور باطل روایات کا مطالعہ بہت سے سوالات کوجنم دیتا ہے، جن میں یہ نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ برّصغیر پاک وہند میں وہ کونسے قدیم بنیادی طبقات ہیں، جو یہاں خودساختہ روایات کی ترویج میں راہ ہموار کرتے رہے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں سب سے قدیم تحریر علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ملتی ہے، جس سے ہمیں بڑی حدتک اس مسئلے کے جواب میں رہنمائی ملتی ہے، چنانچہ علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ ’’الدُّرَرُ المُلْتَقَط‘‘[۳] میں اپنی تصنیف کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’وقد كثرت في زماننا الأحاديث الموضوعة، يرويها القصاص على رؤوس المنابر و المجالس، ويذكر الفقراء والفقهاء في الخوانق والمدارس، وتداولت في المحافل، واشتهرت في القبائل، لقلّة معرفة الناس بعلم السنن، وانحرافهم عن السُّنن.‘‘

اس عبارت میں امام صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور غیر معتبر روایات کی اِشاعت میں مُلوَّث چندعوامل کا ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

۱:.....قصہ گو برسرِ منبر اور مجالس عامہّ میں، من گھڑت روایتیں بیان کرتے تھے، ایسے ہی جاہل صوفیاء اور جاہل فقہاء کی مجالس بھی ان باطل مرویّات سے پُرتھیں۔

۲:.....اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ یہ خودساختہ عبارتیں ملّت اسلامیہ کے ہر طبقے اور قبیلے میں رواج پاتی رہیں، اوریہی کلام، مجالس کی زینت بنتا رہا، بالآخر موضوعات کی یہ گرم بازاری

پورے معاشرے میں سرایت کرگئی۔

۳:.....اس شرعی اِنحطاط کا باعث صرف معرفتِ حدیث سے دوری تھی۔

وضّاعین کی اقسام اوران کے مذموم مقاصد

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کا گزشتہ اِقتباس ہماری قدیم خستہ حالی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، جس میں مذکور طبقات ہمارے سابقہ سوال کا اجمالی جواب ہیں، مزید وضاحت کے لیے ہم علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقدمے ④ کو بہت ہی معاون پاتے ہیں، جس میں انہوں نے حدیث گھڑنے والوں کی اغراض ومقاصد بتاتے ہوئے انہیں کئی اقسام پر تقسیم کیا، اِن اقسام سے ہم بخوبی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ برصغیر پاک وہند میں وہ کونسے حلقے، اَفراد اور گروہ ہیں، جن کے ہاں موضوع روایات کا ایک بڑا ذخیرہ جنم لیتا رہا ہے، بالفاظِ دیگر یہ روایات انہیں کے راستے سے مشہور ہوئیں۔

۱-زَنادِقہ

زَنادِقہ، ان کا مقصد اُمت میں رطب و یابس پھیلا کر شریعت کو مسخ کرنا ہے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت پاک وہند کے ''فرقۂ نیچریہ'' اوراُن کے گمراہ کُن عقائد کا ذکر کیا ہے، آپ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ یہ فرقہ نصوصِ شرعیہ میں تحریف (تبدیلی) لفظی ومعنوی کا مرتکب رہا ہے۔

۲-مؤیّدینِ مذاہب

دوسری قسم اُن افراد کی ہے، جنہوں نے اپنے مذہب اور موقف کی تائید میں روایتیں گھڑیں، اِس عنوان کے تحت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث میں خوارج کے طریقۂ واردات کو بیان کیا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ بعض خوارج نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم نے اپنے موقف اور رائے کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی احادیث گھڑی ہیں۔

یہاں برّصغیر پاک وہند میں موجود اہل سوء اور بدعتیوں کا ذکر بھی برمحل ہے، جنہوں نے اس خطّے میں بہت سی مُحدَثات (دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا) اور بدعات کو سندِ جواز فراہم کی، اور اپنی اِختراعات کے ثبوت میں، من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایتوں کا سہارا لیا۔

۳-اصلاح پسند اَفراد

تیسرا طبقہ اُن افراد کا ہے، جنہوں نے لوگوں کی اصلاح کے خیال سے ترغیب وترہیب کی احادیث گھڑیں۔ اس میں علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دلچسپ مثال بیان کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ پاک وہند کے بعض اصلاح پسند لوگوں نے تمباکونوشی سے زَجر ووَعید پر مشتمل احادیث وضع کی ہیں، پھر موصوف نے اس مضمون پر مشتمل وضّاعین کی آٹھ ایسی روایتیں لکھیں، جوسب کی سب جعلی ہیں۔

۴-طبقۂ جہلاء

چوتھی قسم اُن لوگوں کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہر اَمرِ خیر، اقوالِ زَرِیں وغیرہ کا انتساب جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ معتبر سند کے بغیر اس طرح انتساب کرنا ہرگز جائز نہیں۔

۵-اہلِ غلو

ایک قسم اُن لوگوں کی ہے جو عقیدت ومحبت میں اِفراط وغُلُوّ کا شکار ہوجاتے ہیں اور اہلِ بیتؓ، خلفائے راشدینؓ، ائمہ کرامؒ اور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے باطل وبے اصل مضامین مشہور کردیتے ہیں۔

۶-واعظین

چھٹا طبقہ ان قصہ گو واعظین کا ہے جو جعلی غرائبِ زمانہ سُنا کر عوام سے دادِ تحسین وُصول کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ رہا کہ یہی طبقات اور اَفراد، خطۂ ہند وپاک میں حدیث کی جعل سازی کا بیڑا اٹھائے رہے ہیں، بلکہ اس تفصیل کے بعد ہم بصیرت سے یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ہمارے گردوپیش ایسی بہت سی ہم معنی باطل احادیث پھیلی ہوئی ہیں، جو بلاتردّد انہیں خاص طبقات کی مذموم کوششوں کا نتیجہ ہے۔

پاک وہند میں تکاسلِ حدیث اوراس کے اسباب

اگرچہ برصغیر پاک وہند میں زبان زَدِعام روایات کی تنقیح بجا طور پر ہوتی رہی ہے، لیکن پھر بھی یہ سوال جواب کا مستحق ہے کہ پاک وہند میں، افرادِ اُمت عام طور پر احادیث میں صرف سطحی ذہن رکھنے والے ہیں، اور اکثر احادیث کی چھان بین کو خاطر میں نہیں لایا جاتا، آخر حدیث کے عنوان سے مزاجوں میں حسّاسیت اتنی مَدھَم کیوں رہی ہے؟

تلاشِ بسیار کے بعد پاک وہند کی قابل فخر شخصیت علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۲۳۹ھ) کی عبارت میں اس مُعَمّہ کا حل مل گیا۔ علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کوثر النبيّ وزُلَالُ حَوْضِہٖ الرَّوِيّ'' [۵] میں ایک مقام پر بعض ایسی کتبِ تفسیر، کتبِ زہد، کتبِ اَورَاد وغیرہ کا تذکرہ کیا، جن میں مقدوح اور غیر مُعتبر احادیث بھی ہیں، پھر اِن کتابوں میں موجود ساقط الاعتبار احادیث کے اسباب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''والسّبب أنّه قلّ اشتغالهم بصناعة الحديث، وأنّهم اعتمدوا على المشهور في الألسنة من تحسين الظّنّ بالمسلم وأنّهم انخدعوا بالكتب الغير المنقّحة الحاوية للرّطب واليابس، وأنّه لم يبلغهم وعيدُ التّهاون في رواية الحديث، وأيضاً منهم من يعتمد على كلّ ما أسند من غير قدحٍ وتعديلٍ في الرّواة۔''

''(اِن کتب میں رطب ویابس احادیث کی) وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنّفین فنِ

حدیث سے کم اِشتغال رکھتے ہیں، اور مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے زبان زد عام روایتوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں (حالانکہ ایسا اعتماد صرف ماہرِفن پر ہی کیا جا سکتا ہے، نہ کہ حدیث میں کم اشتغال رکھنے والے پر) اور یہ مصنّفین رطب و یابس پر مشتمل، غیر منقّح کتابوں سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور (ان کے بارے میں یہی حسنِ ظن ہے کہ) ان مصنفین کو حدیث نقل کرنے میں تہاون (حقیر سمجھنا) کی وعید نہیں پہنچی ہوگی، اور بعض مصنّفین سند کے راویوں کی جرح وقدح دیکھے بغیر، ہر سند والی روایت پر اعتماد کر لیتے ہیں۔‘‘

اسبابِ تکاسل کا جائزہ

دراصل علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کتبِ حدیث وتفسیر وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، یہ کتب برصغیر میں مُتَدَاوَل اور مُرَوّج ہیں اور ان کتابوں کے مؤلفین کی جلالت اور عُلُوِّ شان بلا شبہ مُسَلَّم ہے، لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اِن مؤلفین کا فنِ حدیث میں اشتغال ناقص رہا ہے، چنانچہ صاحبِ کتاب کی یہ کمزوری عوام میں بھی سرایت کرتی رہی اور احادیثِ موضوعہ معاشرے میں پھیلتی رہیں، بہرحال ذَیل میں ہم مولانا عبدالعزیز پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ نِکات اور ان سے ماخوذ نتائج کا جائزہ لیتے ہیں:

فنِ حدیث میں اشتغال کی کمی

ان مصنّفین کی تالیفات میں رَطب و یابس روایات کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان مؤلفین نے علومِ حدیث سے ایسا اشتغال نہیں رکھا، جس سے ان میں اُصولِ حدیث کے مطابق، حدیث کے ردّ وقبول کا مَلَکَہ اور اُسے پرکھنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی، حتیٰ کہ ہمارے زمانے میں بھی مُعتَمَد بہ تالیفات اس بات کی مقتضی ہیں کہ ان کے مؤلفین احادیث کے معاملے میں محض تحویل (حوالہ دینا) پر اکتفاء نہ کریں، بلکہ حسبِ ضرورت اس بات کا پورا اطمینان حاصل کریں کہ یہ حدیث‘ معتبر سند سے ثابت ہے۔

محض حسنِ ظن کی بنا پر روایات پر اعتماد

ان کتابوں میں باطل اور بے اصل روایتوں کے شیوع کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اِن مصنّفین کے نُفُوسِ قدسیہ ہر مسلم کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے، اور زبان زَد عام روایتوں کو حسنِ ظن کی بنا پر بلا تحقیق قبول کر لیتے تھے۔

واضح رہے کہ اس مقام پر مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: حدیث میں اعتماد کا مدار صرف ماہرینِ فن ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص صناعتِ حدیث میں مہارت نہیں رکھتا ہو، تو ایسے شخص پر بلا تحقیق حسنِ ظن سے اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔‘‘ ⑥

تہاونِ حدیث پر وعید سے ناآشنائی

ان کتب میں قابلِ رَدّ مواد کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات تہاونِ حدیث (یعنی روایتِ حدیث میں پوری احتیاط سے کام نہ لینا) کی وعیدوں سے واقف نہیں ہوں گے، بلا شبہ ان حضرات کی عُلوِّ شان اسی حسنِ ظن کی مقتضی ہے، البتہ اس تہاون سے اجتناب کی اہمیت اپنی جگہ ہے، خاص طور پر عوامی حلقوں میں اس کی ضرورت بڑھ جاتی ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کا ہر فرد یہ محسوس کر رہا ہو کہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات ہرگز منسوب نہ کروں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، تاکہ ''مَنْ کَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً....الخ'' کا مصداق بننے سے بچ جاؤں، ورنہ یہی تہاون نہ صرف غیر مستند روایات کو پھیلانے میں کام آتا ہے، بلکہ اِن روایتوں کو تحفّظ بھی فراہم کرتا ہے۔

تحقیق کا فقدان

ان تالیفات میں جو احادیث مُسنَد (سند والی روایات) تھیں، ان میں اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ فنِ جرح وتعدیل کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے، تاکہ قابلِ احتراز روایتیں ظاہر ہوجاتیں۔

ایک اہم فائدہ

اگر ہم بھی اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ علم الروایۃ (علمِ حدیث) میں ہمارا منتہیٰ صرف سندِ حدیث پانا ہے، اس کے بعد ہم کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، حالانکہ صاحبِ کتاب سند بیان کر کے ایک حد تک اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتا ہے، اب اگلا مرحلہ ہم سے متعلق ہے کہ ہم حسبِ ضرورت، متقدمین اصحابِ تخریج اور ائمۂ علل کی جانب رجوع کریں اور روایات کے قابل تحمّل (روایت لینے کے قابل) ہونے کا پورا اطمینان حاصل کریں۔

حاصل کلام

سابقہ اسبابِ تکاسل خطۂ پاک وہند میں موضوعات کی اشاعت اور ان کی ترویج میں انتہائی مؤثر رہے ہیں، بلکہ اگر ان اسباب کے سدِّ باب کے لیے اکابرین کے طرز پر عملی اِقدامات جاری رکھے جائیں تو کافی حد تک اس ساقط الاعتبار ذخیرے کی روک تھام ہوسکتی ہے۔

من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایات کے سدِّ باب میں علماء پاک وہند کی خدمات

سابقہ اقتباسات سے ہمیں من گھڑت روایات کی اِشاعت میں ملوّث بہت سے گروہوں اور طبقات کا بخوبی علم ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ ان کی اغراض، اَفکار، اور طریقۂ کار بھی وضاحت سے سامنے آ گیا، لیکن واضح رہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ عمائدینِ اُمت نے اس فتنے کے سدّ باب کے لیے اپنی خدمات پیش نہ کی ہوں، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ برّصغیر پاک وہند پر ایسے شب وروز بھی آئے ہیں، جن

میں صیانتِ حدیث کا تاج، علماء برّصغیر کے سر رہا ہے، چنانچہ علامہ زاہدالکوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دسویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جب کہ علمِ حدیث کی سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں، برّصغیر میں یہ سرگرمیاں عروج پر تھیں۔'' ⑦

گویا کہ یوں کہنا چاہیے کہ اس وقت عالمِ اسلام کی سربراہی کی سعادت برِصغیر کو حاصل رہی ہے۔ بہرحال یہاں ہم پاک و ہند کے اُن چند مشہور مشایخ کا مختصر تذکرہ کریں گے، جنہوں نے زبان زَدعوام وخواص روایات کی حقیقت واضح کی، اور ذخیرۂ احادیث میں تنقیح کی خدمات انجام دیں:

۱- امام رضی الدین ابوالفضائل الحسن بن محمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۶۵۰ھ)

آپ کی تالیف ''الدُّرَرُ الْمُلْتَقَط'' اور ''رسالة موضوعات الصَّغَاني'' کا شمار فن ہذا کے اوّلین مصادر میں ہوتا ہے۔ مشتہرات پر مشتمل شاید ہی کوئی کتاب موصوف کے اقوال سے خالی ہو۔

۲- ملک المحدّثین علامہ محمد طاہر صدیقی پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۸۶ھ)

آپ نے اس فن میں ''تذکرۃُ الموضوعات'' اور ''قانون الموضوعات'' لکھیں، بلاشبہ مشتہرات کا یہ مجموعہ ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳- امام علامہ سید محمد بن محمد حسینی زَبیدی الشہیر بمرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۰۵ھ)

آپ نے ''إتحاف السَّادَة المُتقِين'' میں ''إحياء علوم الدين للغزاليؒ'' کی احادیث پر تخریج وتشریح میں محدثانہ شان کا مظاہرہ کیا ہے، اہل علم طبقہ بالخصوص پاک و ہند میں اس سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔

۴- امام عبدالعزیز بن اُحمد فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۳۹ھ)

آپؒ نے تقریباً ۲ر ہزار موضوع اور زبان زَدعام روایتوں پر مشتمل مجموعہ تیار کیا ہے، فی الحال یہ مخطوط ہے۔ آپ کے بارے میں مولانا موسیٰ خان روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمینِ پنجاب کو جب سے وجود بخشا ہے، ان جیسی کسی دوسرے شخصیت نے یہاں جنم نہیں لیا تو میں حانث نہیں ہوں گا۔'' ⑧

۵- علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۳۰۴ھ)

آپ کی شخصیت اور حدیثی خدمات محتاجِ تعریف نہیں ہیں، اس فن میں آپ نے ''الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة'' کے نام سے یادگار چھوڑی ہے۔

۶- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۳۶۲ھ)

آپ امراضِ امت کی پہچان اور اس کے علاج میں وَہبی بصیرت رکھتے تھے، آپ نے پاک و ہند میں مُتدَاوَل من گھڑت اور بے اصل روایتوں کا سدّ باب عملاً بھی کیا اور عوام کو بھی اس

www.banuri.edu.pk

سے اجتناب کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ بہشتی زیور حصہ دہم میں یہ عنوان قائم کیا ہے: ’’بعضی کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے‘‘ اس عنوان کے تحت ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

’’دعا گنج العرش، عہد نامہ، یہ دونوں کتابیں اور بہت سی ایسی ہی کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی دعائیں تو اچھی ہیں، مگر ان میں جو سندیں لکھی ہیں اور ان میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے لمبے چوڑے ثواب لکھے ہیں، وہ بالکل گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔‘‘⑨

اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بھی بخوبی واقف تھے کہ سلوک وتصوّف کی مجالس میں ایک معتدبہ تعداد بے اصل روایتوں کی ہیں، چنانچہ آپ نے ’’التَشَرُّفُ بِمَعْرِفَةِ أَحَادِيْثِ التَّصَوُّفِ‘‘ میں ایسی بہت سی روایات پر روایتی اور درایتی پہلوؤں سے بحث کی ہے، جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

ایک اہم التماس

یہ مختصر اور محدود مقالہ اس کی مزید گنجائش رکھنے سے قاصر ہے کہ ہم اکابرینِ پاک وہند کی متعلقہ موضوع میں تاریخی خدمات سے تفصیلی بحث کریں، البتہ اگر کوئی فرد علامہ عبد الحی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ’’نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنّواظر‘‘ کو سامنے رکھ کر ان محدثینِ کرام کی خدمات کو جمع کرے، جنہوں نے باطل اور من گھڑت روایتوں کا تعاقب کیا ہے، تو یہ کام نہ صرف ہمارے اسلاف کے منہج کی جانب رہنمائی کرے گا، بلکہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے اُن مخطوطات کی جانب بھی رہنمائی کرے گا جو آج دِیمک اور گرد وغبار سے تحلیل ہوتے جا رہے ہیں، بلاشبہ نت نئی تحقیقات، شروحات، تسہیلات وغیرہ ناگزیر تالیفات ہیں، لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ آج جن مخطوطات کو ہم محفوظ کر سکتے ہیں، کل ان کا نام ’’حَسَراتِ زمانہ‘‘ کی فہرست میں شامل کر دیا جائے۔

حوالہ جات اور مآخذ

①.... الجامع الصحیح للبخاری: باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۱، ص:۳۳، رقم الحدیث: ۱۰۷، دار طوق النجاۃ بیروت، الطبعۃ الأولیٰ، ۱۴۲۲ھ

②.... اللآلی المصنوعۃ، ص: ۳۵، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۸ھ

③.... الدُرَرُ الملتقط: بحوالہ مجلّہ ’’فکر ونظر‘‘، ص: ۶۷، خصوصی اشاعت، ربیع الأول شعبان، ۱۴۲۶ھ، اسلام آباد، پاکستان

④.... الآثار المرفوعۃ، ص: ۱۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت

⑤.... کوثر النَّبِیِّ وزُلَالُ حَوْضِہِ الرَّوِی (فن معرفۃ الموضوعات)، ص: ۱۰۸، المخطوط، نسخۃ العلامۃ عبد اللہ الوَلْہارِی (۱۲۸۳ھ)

⑥.... الآثار المرفوعۃ، ص: ۱۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت

⑦.... مقالات الکوثری، ص: ۶۷، دار السلام مصر، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۸ھ

⑧.... بغیۃ الکامل السامی فی شرح المحصول والحاصل للجامی، ص: ۲۲۷، مکتبۃ مدینۃ بلاہور پاکستان، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۱۴ھ

⑨.... بہشتی زیور، ص: ۷۰۴، حصہ دہم، دار الاشاعت، ایم اے جناح روڈ، اردو بازار کراچی

عورت کی عفت اور پردہ کی فطری ضرورت

مولوی محمد ذہیب

جاہلیت میں عورت کی حیثیت

اسلام سے پہلے عورت کو معاشرے میں جو حیثیت دی جاتی تھی اور جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، وہ کسی سے مخفی نہیں اور نہ ہی تعریف کا محتاج ہے۔ یہ طبقہ ان طبقات میں سے تھا جو انتہائی مظلوم اور ستم رسیدہ تھا، اُن کو ظلم وستم سے نجات دلانے کی کوئی سعی نہ کی جاتی تھی، جاہلیت کے جس دور کے لوگوں پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

''وَلَاتُکْرِهُوْا فَتَیَاتِکُمْ عَلٰی الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّناً لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔'' (النور:۳۳)

''اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو (اور بالخصوص) جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں محض اس لیے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہوجائے۔''

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عورت کی حیثیت ان کی نظروں میں کیا تھی اور کیسے افعال پر اس کو مجبور کیا جاتا تھا، صحیح بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت کی عورتیں رہن بھی رکھی جاتی تھیں، جیسا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں کعب بن اشرف کے پاس گیا اور غلہ قرض دینے کی درخواست کی تو اس نے کہا:

''أرھنونی نسائکم، قالوا: کیف نرھنک نساء نا وأنت أجمل العرب۔''(۱)

''اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو، انہوں نے کہا: ہم اپنی عورتوں کو آپ کے پاس کس طرح رھن رکھ سکتے ہیں، آپ تو عرب کے حسین ترین آدمی ہیں۔''

اس واقعہ سے بھی اندازہ لگایئے کہ عورت کتنی مظلوم تھی اور اس کی عصمت کس قدر پامال کی جاتی تھی۔(۲)

اسلام میں عورت کا مقام

ان ہی ظلم آفریں اور ظلم زدہ گھٹاؤں میں جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو عورتوں کو ان

کے حقوق دیئے گئے اور افراط وتفریط ختم ہوئی اور جس کا جو حق تھا وہ اس کو دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ظلم سے نکالنے کی خصوصی جدوجہد فرمائی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطاب فرمایا، اس وقت بھی اس طرف خاص توجہ دلائی، بلکہ اخیر وقت تک اس سلسلے میں فکرمند رہے۔ اس لیے یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے سماج میں عورت کو عزت واحترام کا مقام دیا، اس کو خاندان کی ملکہ بنایا، اس کی مستقل شخصیت کو تسلیم کیا اور انسانی حقوق میں مرد کے برابر درجہ دیا(۳) اور پہلا قرآنی مشورہ نسوانی حقوق کے سلسلے میں جس کا اعلان کیا گیا، وہ یہ تھا:

''یٰأَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَّنِسَاءً۔'' (النساء:۱)

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔'' (بیان القرآن)

اسلام میں عفت کا تصور

اللہ پاک کے احسانات میں سے ایک عظیم احسان یہ ہے کہ شہوت کے استعمال کا جائز طریقہ نکاح بتایا، تاکہ اس کے ذریعہ شہوت کی آگ کو ٹھنڈا کیا جا سکے اور اس کے شعلوں کو بجھایا جا سکے اور ہر قسم کے نامناسب اور گناہ کے کاموں سے بچا جا سکے، بلاشبہ نکاح سے ہی انسان شہوت کو جائز طریقے سے پورا کرسکتا ہے اور عفت جیسی صفت سے متصف ہوسکتا ہے۔ اسی عفت کی اہمیت کا احساس دلانے کے لیے ان الفاظ کو قرآن میں محفوظ کردیا جن الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تھے کہ وہ بدکاری نہ کریں گی، چنانچہ فرمایا:

''وَلَایَزْنِیْنَ وَلَایَقْتُلْنَ أَوْلَادَھُنَّ وَلَایَأْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ۔'' (الممتحنۃ:۱۲)

''اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان (کی اولاد) لاویں گی۔'' (بیان القرآن)

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث طیبہ میں عفت وعصمت سے متعلق اسلام کے نقطہ نظر کو بیان فرمایا اور بدکاری کے نقصانات سے امت کو آگاہ فرمایا اور کثرتِ اموات کا سبب زنا کو بتایا، چنانچہ ایک لمبی حدیث میں منجملہ اور باتوں کے یہ بھی فرمایا:

''ولا فشا الزنا فی قوم قط إلا کثر فیھم الموت۔''(۴)

''کسی قوم میں زنا کے عام ہونے کی وجہ سے موت کی کثرت ہوجاتی ہے۔''

اسی طرح فاحشہ کے پھیلنے کو طاعون اور مختلف بیماریوں کا باعث بتلایا، چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے:

''لم تظھر الفاحشۃ فی قوم قط حتی یعلنوا بھا إلا فشا فیھم الطاعون والأوجاع

التی لم تکن مضت فی أسلافهم الذین مضوا۔‘‘(۵)

’’جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اور بلا روک ٹوک ہونے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو طاعون کی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور ایسے دکھ درد میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے ان کے اسلاف نا آشنا تھے۔‘‘

اسی بدکاری کو روکنے کے لیے شریعتِ مطہرہ نے حدود بھی مقرر فرمادیں اور ساتھ میں بدکاری کرنے والے کے بارے میں شفقت ومہربانی نہ کرنے کی بھی تلقین فرمادی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ۔‘‘ (النور:۲)

’’اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے۔‘‘ (بیان القرآن)

قرآن پاک نے انسانیت کو پاکدامنی کا راستہ بھی دکھادیا اور اپنے دل کو پاکیزہ رکھنے کا طریقہ بھی بیان فرمایا کہ اگر تم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کوئی چیز طلب کرو تو پس پردہ رہ کر کرو، چنانچہ فرمایا:

’’وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔‘‘ (الاحزاب:۵۳)

’’اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات (ہمیشہ کے لیے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔‘‘ (بیان القرآن)

اگرچہ یہ آیت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی، لیکن علت کے عموم سے پتا چلتا ہے کہ یہ طریقہ ہی رہتی انسانیت کے لیے ذریعۂ نجات ہے اور نفسانی وسوسوں اور خطروں سے حفاظت کا ذریعہ حجاب ہی ہے اور بے پردگی قلب کی نجاست اور گندگی کا ذریعہ ہے۔‘‘(۶)

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں نکاح کے فوائد بیان کرتے ہوئے شیطان سے حفاظت اور پاکدامنی کو ہی سرفہرست گنوایا، چنانچہ فرمایا:

’’التحصن من الشیطان و کسر التوقان ودفع غوائل الشهوة وغض البصر وحفظ الفرج۔‘‘

’’(نکاح کے فوائد میں سے) شیطان سے بچاؤ، شہوت کا توڑ اور اس کے خطرے کا دور ہونا اور نظروں کا پست ہونا اور شرمگاہ کی حفاظت ہے۔‘‘

گویا عفت کا نظام برقرار رکھنے کے لیے نکاح مشروع کیا گیا۔

پردہ کی اہمیت

عورتوں کے پردے کا بیان سات آیات میں آیا ہے اور ستر سے زیادہ احادیث میں قولاً وعملاً پردے کے احکام بتائے گئے ہیں، اتنی کثرت سے پردہ کے بارے میں احادیث کا وارد ہونا اس کی اہمیت پر بین دلیل ہے، پھر صحابیاتؓ کے نزدیک پردے کی اس قدر اہمیت تھی کہ کسی موقع پر بے

پردہ رہنا گوارا نہ کرتی تھیں، جیسے ایک صحابیہؓ کا واقعہ آتا ہے کہ راستہ سے جارہی تھیں، پردے کے حکم کی خبر سنی تو وہیں ایک کنارے بیٹھ گئیں اور چادر منگوائی، پھر چادر اوڑھ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئیں۔ اسی طرح ایک دفعہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں جارہے تھے، آپ علیہ السلام کے ساتھ اونٹنی پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، اچانک اونٹنی کا پاؤں پھسل گیا اور آپ دونوں زمین پر گر پڑے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے آکر پوچھا: ''چوٹ تو نہیں لگی؟'' فرمایا: ''نہیں! تم پہلے صفیہ کو دیکھو۔'' یہ سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پہلے تو اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا، پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور قریب پہنچ کر ان کے اوپر کپڑا ڈال کر ان کو چھپا کر پوچھا، اس کے بعد وہ کھڑی ہوئیں اور پھر ان کو سوار کیا۔ (۸)

اس حدیث سے پردہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پردہ اتنا ضروری ہے کہ ایسی حالت میں بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پردہ کا اہتمام فرمایا۔ (۹)

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ایک کنارے میں چلنے کا حکم صادر فرمایا اور ایک مرد کو دو عورتوں کے درمیان چلنے سے بھی منع فرمایا، معلوم ہوا کہ پردہ شریعت میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ (۱۰)

پردہ کا حکم

پردے سے متعلق قرآن وحدیث میں تفصیل سے احکام بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ پردہ سے متعلق سب سے پہلی آیت ۵ھ میں نازل ہوئی، جس میں غیر محرم عورت کی طرف بری نیت سے دیکھنا تحریماً اور بغیر کسی نیت کے دیکھنا کراہۃً داخل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ۔'' (النور۳۰)

''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔'' (بیان القرآن)

اور احادیث میں بھی اس موضوع سے متعلق تفصیلی احکام موجود ہیں کہ اگر بلا ارادہ اچانک کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو اپنی نظر کو پھیرنے کا حکم دیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ پہلی نظر جو بلا ارادہ اچانک پڑ جائے وہ تو غیر اختیاری ہونے کے سبب معاف ہے، ورنہ بالقصد پہلی نظر بھی معاف نہیں۔

پردہ کے احکام ذکر فرماتے ہوئے مولانا ادریس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''عورت کا تمام بدن ستر ہے، اپنے گھر میں بھی اس کو مستور اور پوشیدہ رکھنا فرض اور لازم ہے، مگر چہرہ اور دونوں ہاتھ کہ ہر وقت ان کو چھپائے رکھنا بہت دشوار ہے، اس لیے یہ اعضاء ستر سے خارج ہیں، اپنے گھر میں ان اعضاء کا کھلا رکھنا جائز ہے اور فرمایا کہ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت کو اپنے چہرہ کے حسن وجمال کو نامحرم مردوں کے سامنے

کھلا رکھنے کی اجازت ہے کہ وہ عورتوں کے حسن و جمال کا نظارہ کیا کریں ۔ (۱۱)

’’وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ‘‘ کے تحت فرمایا کہ عورت کو اپنی یہ زینتِ ظاہرہ (چہرہ اور دونوں ہاتھ) صرف محارم کے سامنے کھلا رکھنے کی اجازت ہے، نامحرموں کے سامنے کھولنے کی اجازت نہیں، عورتوں کو اس بات کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں کہ وہ سر بازار چہرہ کھول کر اپنا حسن و جمال دکھلاتی پھریں، حسن و جمال کا تمام دارومدار چہرہ پر ہے اور اصل فریفتگی چہرے پر ہی ختم ہے، اس لیے شریعتِ مطہرہ نے زنا کا دروازہ بند کرنے کے لیے نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنا حرام قرار دیا۔‘‘ (۱۲)

اسی طرح احکام القرآن کے حوالہ سے فتاویٰ رحیمیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جو عورت عطر اور خوشبو لگا کر نکلتی ہے وہ زانیہ ہے ۔

پردہ کے درجات

۱- شرعی حجابِ اشخاص یعنی عورتیں اپنے گھروں میں ہی رہیں، اس کی دلیل یہ ہے:

’’وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ۔‘‘ (الاحزاب:۳۳)

’’اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔‘‘

۲-ضرورت کے تحت جب عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے تو اس وقت کسی برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلے جس کا حکم ’’یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ‘‘ (الاحزاب:۵۹)..... -’’سر سے نیچے کرلیا کریں اپنی ٹھوڑی سے اپنی چادریں۔‘‘ - میں دیا گیا ہے، مطلب یہ کہ سر سے پاؤں تک عورت اس میں لپٹی ہو اور چہرہ اور ناک بھی اس میں مستور ہو، صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے کھلی ہو۔

۳ - پورا جسم تو مستور ہو، مگر چہرہ ہتھیلیاں کھلی ہوں، ائمہ اربعہ میں سے امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم نے تو چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلقاً اجازت نہیں دی، خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو، البتہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو کھولنا منع ہے، لیکن اس زمانہ میں خوفِ فتنہ نہ ہونے کا احتمال شاذ و نادر ہے اور نادر معدوم کے حکم میں ہوتا ہے، اس لیے متأخرین فقہاء احناف نے بھی وہی فتویٰ دے دیا جو ائمہ ثلاثہ نے دیا تھا کہ جوان عورت کے چہرہ یا ہتھیلیوں کا کھولنا ناجائز اور پردہ کرنا ضروری ہے ۔ (۱۳)

پردہ فطری ضرورت

فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز قیمتی ہوتی ہے، اس کو خفیہ اور پوشیدہ جگہ رکھا جاتا ہے کہ جس طرح پیسہ قیمتی چیز ہے تو انسان اس کو چھپا کر رکھتا ہے، اسی طرح عورت بھی قیمتی ہونے کے باعث اسی بات کی حقدار ہے کہ اس کو پردے میں رکھا جائے، چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنے ملفوظات میں پردہ کی فطری ضرورت کو اسی انداز میں سمجھایا کہ ریل میں انسان اپنے پیسوں کو ظاہر نہیں کرتا، بلکہ اندر کی بھی اندر والی جیب میں رکھتا ہے، اسی طرح عورت کو بھی پردہ میں رکھنا چاہیے، اور غیرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عورت پردہ میں رہے۔ (۱۴)

ایمان کے بعد جو سب سے پہلا فرض ہے وہ سترِ عورت ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرض رہا ہے، بلکہ شرائع کے وجود سے پہلے جب جنت میں شجر ممنوعہ کھا لینے کے سبب حضرت آدم علیہ السلام کا جنتی لباس اتر گیا تو وہاں بھی انہوں نے ستر کھلا رکھنے کو جائز نہیں سمجھا، اس لیے آدم وحواء علیہما السلام دونوں نے جنت کے پتے اپنے ستر پر باندھ لیے، جس کو قرآن نے یوں تعبیر فرمایا:

''طَفِقَا يَخۡصِفَانِ عَلَيۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّةِ ۔'' (الاعراف:۲۲)

''دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ رکھتے گئے۔'' (بیان القرآن)

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کے واقعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اتنی بات تو صلحاء وشرفاء میں ہمیشہ رہی ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کا اختلاط نہ ہو کہ جب وہ دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لیے گئیں تو ہجوم کی وجہ سے ایک طرف الگ کھڑی ہو گئیں اور پوچھنے پر وجہ یہی بتائی کہ مردوں کا ہجوم ہے، ہم اپنے جانوروں کو پانی اسی وقت پلائیں گے جب یہ لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے۔

بے پردہ رہنے کے نقصانات

شریعتِ مطہرہ نے خواتین کو باپردہ رہنے کا حکم دیا اور باپردہ زندگی گزارنے سے ہی معاشرہ میں امن وسکون باقی رہتا ہے اور اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور بے پردگی سے جتنے مفاسد اور برائیاں معاشرہ میں جنم لیتی ہیں ان کو شمار میں لانا مشکل ہے۔ عورتوں کا بے پردہ رہنا ہی مردوں کی بدنظری کا باعث بنتا ہے، جس سے گناہوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بدنظری کو مہلک بیماری اور فتنہ بتایا:

''إیاکم والنظرةَ فإنها تزرع فی القلب شهوةً وکفٰی بها فتنةً۔''

''(اجنبی عورتوں کو) تاک جھانک کرنے سے اپنے کو بچاؤ، اس سے دلوں میں شہوت کا بیج پیدا ہوتا ہے اور فتنہ پیدا ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔''

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہوئے عورتوں سے دور رہنے کی تلقین فرمائی:

''قال لابنهٖ یابنی! امش خلف الأسد والأسود ولاتمش خلف المرأة۔''(۱۵)

''فرمایا: اے بیٹا! شیر اور سانپ کے پیچھے چلے جانا، مگر (اجنبی) عورت کے پیچھے نہ جانا۔''

یحییٰ علیہ السلام نے بھی بدنظری اور حرص ولالچ کو زنا کا باعث بتایا:

’’قیل لیحییٰ: مابدء الزنا؟ قال: النظر والتمنی۔‘‘(۱۶)

’’حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: نامحرم کو دیکھنے اور حرص کرنے سے۔‘‘

بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا غیرمحرم کو دیکھنا ہے اور زنا میں چھ خصلتیں ہیں، تین دنیا میں اور تین کا تعلق آخرت سے ہے۔

دنیا میں تو یہ ہیں:

۱- رزق میں کمی و بے برکتی۔ ۲- نیکی کی توفیق سے محرومی۔

۳- لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت۔

اور آخرت کی تین یہ ہیں:

۱- اللہ کا غضب۔ ۲- عذاب کی سختی۔ ۳- دوزخ میں داخلہ۔(۱۷)

اس دور میں نکاح کرنا مشکل اور گناہ میں پڑنا آسان ہوگیا ہے، جب کہ صحابہؓ وسلفؒ کے دور میں عفیف رہنا آسان تھا، کیونکہ ان کا نکاح کرنا آسان تھا، اس وقت ہمیں بے پردگی نے اس قدر جکڑ لیا ہے کہ ہر وقت بازاروں میں بدنظری کا گناہ جاری ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور عفت کے تحفظ کے لیے قرآن وسنت کی ہدایات کو مشعلِ راہ بنایا جائے اور ہمہ وقت اللہ پاک سے پاکدامنی کی دعا کی جائے:

’’اَللّٰھم إنی أسئلک الھدیٰ والتُّقٰی والعفافَ والغِنٰی۔‘‘(۱۸)

حوالہ جات

۱:.....بخاری، کتاب المغازی، باب قتل کعب الاشرف (ج:۵،ص:۹۰)۔

۲:.....اسلام کا نظام عفت وعصمت، ص:۱۰۲۔

۳:.....قاموس الفقہ، فی النساء۔

۴:.....مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی الغلول، ص:۶۵۴۔

۵:.....سنن ابن ماجہ، باب العقوبات (ج:۲،ص:۱۳۳)

۶:.....معارف القرآن، کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (ج:۵،ص:۵۳۷)۔

۷:.....احیاء العلوم للامام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (ج:۲،ص:۳۶)۔

۸:.....بخاری، جلد:۲،ص:۲۱۹۔

۹:..... پردہ اور حقوق زوجین، ص:۵۳، مولانا کمال الدین۔

۱۰:.....ابوداؤد، جلد:۲،ص:۳۷۵۔

۱۱:.....معارف القرآن، کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:۱۱۷۔

۱۲:.....معارف القرآن، کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:۴۸۹۔

۱۳:.....معارف القرآن، عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد:۷،ص۲۱۳۔

۱۴:.....ملفوظات حکیم الامت، جلد:۱،ص:۱۱۵۔

۱۵:.....احیاء العلوم، جلد:۳،ص:۹۸۔

۱۶:.....فتاویٰ رحیمیہ، جلد:۹،ص:۳۶۔

۱۷:.....تنبیہ الغافلین، ص:۳۷۶، حقانیہ۔

۱۸:.....صحیح مسلم، باب فی الادعیۃ، ج:۴۔

مناجاتِ انبیاء

قرآن کریم میں مذکور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقبول دعائیں

مولانا محمد عمر انور بدخشانی

(دوسری قسط)

حضرت نوح علیہ السلام کی دُعائیں

سواری پر سوار ہوتے وقت کی دعا

''بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔'' (ھود:۴۱)

ترجمہ: ''اس کا چلنا بھی اللہ کے نام سے ہے اور لنگر ڈالنا بھی۔''

تشریح:......طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے ایمان والوں کو اپنے ساتھ کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا اور سوار ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھی، چنانچہ آپ کی کشتی جودی پہاڑ کی چوٹی پر لنگرانداز ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ دعا میری امت کے لیے غرق ہونے سے اَمان کا موجب ہے۔ (تفسیر قرطبی)

معنی یہ ہیں کہ اس کشتی اور سواری کا چلنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور اس کے نام سے ہے اور رُکنا اور ٹھہرنا بھی اسی کی قدرت کے تابع ہے، اگر انسان ذرا بھی عقل سے کام لے تو اس کو سائنس کی اعجوبہ کاری اور عروج کے اس زمانہ میں بھی اپنی بے بسی اور عاجزی ہی کا مشاہدہ ہوگا، اور اس اقرار کے بغیر نہ رہ سکے گا کہ ہر سواری کا چلنا اور رُکنا سب خالق کائنات حق تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔

دیکھنے میں تو یہ ایک دو لفظی فقرہ ہے، مگر غور کیجئے تو یہ کلید اور کنجی ہے' ایک ایسے دروازہ کی جہاں سے انسان اس مادی دنیا میں رہتے ہوئے روحانی عالم کا باشندہ بن جاتا ہے، اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں جمالِ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے، یہیں سے مومن کی دنیا اور کافر کی دنیا میں فرق نمایاں ہوجاتا ہے، سواری پر دونوں سوار ہوتے ہیں، لیکن مومن کا قدم جو سواری پر آتا ہے وہ اس کو صرف زمین کی مسافت قطع نہیں کراتا، بلکہ عالم بالا سے بھی روشناس کردیتا ہے۔ (معارف القرآن)

لاعلمی کی حالت میں سوال سے بچنے کی دعائے مغفرت ورحمت

’’رَبِّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ أَنْ أَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْ أَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ۔‘‘ (ہود:۴۷)

’’میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آپ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں، اور اگر آپ نے میری مغفرت نہ فرمائی اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوجاؤں گا جو برباد ہوگئے ہیں۔‘‘

تشریح:......حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے کفر کا پورا حال معلوم نہ تھا، اس کے نفاق کی وجہ سے وہ اس کو مسلمان ہی جانتے تھے، اسی لیے اس کو اپنے اہل کا ایک فرد سمجھ کر طوفان سے بچانے کی دعا کر بیٹھے، ورنہ اگر ان کو حقیقت حال معلوم ہوتی تو ایسی دعا نہ کرتے۔ اصل حقیقت معلوم ہوجانے کے بعد حضرت نوح (علیہ السلام) نے اپنے سوال پر اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ انداز میں استغفار اور طلب رحمت کی درخواست کی۔ سلسلۂ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی گئی، اللہ نے اس دعا کے نتیجے میں بطور قبولیت نزولِ برکت اور سلامتی کی بشارت دی، تاکہ ان کو تسلی ہوجائے۔

اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دعا کرنے والا پہلے یہ معلوم کرلے کہ جس کام کی دعا کر رہا ہے، وہ جائز وحلال ہے یا نہیں؟ مشتبہ حالت میں دعا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں بحوالہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ جب اس آیت سے مشتبہ الحال کے لیے دعا کرنے کی ممانعت معلوم ہوئی تو جس معاملہ کا ناجائز وحرام ہونا معلوم ہو، اس کے لیے دعا کا ناجائز ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگیا۔

اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انسان سے اگر کوئی خطا سرزد ہوجائے تو آئندہ اس سے بچنے کے لیے تنہا اپنے عزم وارادہ پر بھروسہ نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے پناہ اور یہ دعا مانگے کہ یا اللہ! آپ ہی مجھے خطاؤں اور گناہوں سے بچاسکتے ہیں۔

آج کل کے مشائخ میں جو یہ عام رواج ہوگیا ہے کہ جو شخص کسی دعا کے لیے آیا اس کے واسطے ہاتھ اٹھادیئے اور دعا کردی، حالانکہ اکثر اُن کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس مقدمہ کے لیے یہ دعا کرا رہا ہے اس میں یہ خود ناحق پر ہے یا ظالم ہے، یا کسی ایسے مقصد کے لیے دعا کرا رہا ہے جو اس کے لیے حلال نہیں، کوئی ایسی ملازمت اور منصب ہے جس میں یہ حرام میں مبتلا ہوگا، یا کسی کی حق تلفی کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکے گا، ایسی دعائیں حالت معلوم ہونے کی صورت میں تو حرام و ناجائز ہیں ہی، اگر اشتباہ کی حالت بھی ہو تو حقیقتِ حال اور معاملہ کے جائز ہونے کا علم حاصل کیے بغیر دعا کے لیے اقدام کرنا بھی مناسب نہیں۔ (معارف القرآن)

www.banuri.edu.pk

حقیقت بیانی پر جھٹلائے جانے کی صورت میں نصرتِ الٰہی کی دعا

’’رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا کَذَّبُوْنِ ۔‘‘ (المومنون:۲۶)

ترجمہ: ’’یارب! ان لوگوں نے مجھے جس طرح جھوٹا بنایا ہے، اس پر تو ہی میری مدد فرما۔‘‘

تشریح:......حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنے کے بجائے آپ کو اور آپ کی دعوتِ توحید کو جھٹلایا تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے مدد اور نصرت کی دعا مانگی، حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا اور اس کے ذریعہ طوفان سے نجات عطا فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی سچا ہو اور لوگ اُسے جھٹلا رہے ہوں یا جھوٹا سمجھ رہے ہوں تو اُسے یہ دعا کثرت سے مانگنی چاہیے۔

فتح، فیصلہ طلبی اور دشمنوں سے نجات کی دعا

’’رَبِّ إِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔‘‘ (الشعراء:۱۱۷،۱۱۸)

ترجمہ: ’’میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے، اب آپ میرے اور ان کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دیجیے، اور مجھے اور میرے مومن ساتھیوں کو بچا لیجیے۔‘‘

تشریح:......حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کے لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے، مگر انہوں نے آپ کی بات نہ مانی، آپ کو جھٹلاتے رہے، حتیٰ کہ قوم والوں نے فیصلہ کیا کہ سب لوگ مل کر نوح کو پتھر ماریں، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائیں، ساڑھے نو سو برس سختیاں جھیل کر بھی قوم والے راہ راست پر نہ آئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے خدا سے فریاد کی کہ اب ان بدبختوں کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے، کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قوم کو طوفان سے ہلاک کرنے کا فیصلہ فرمایا اور مومنوں کے بچاؤ کی تدبیر ارشاد فرمائی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی مذکورہ دونوں دعاؤں سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حق پر ہونے کے باوجود جب جھٹلایا گیا تو وہ مایوس نہیں ہوئے، بلکہ تکذیب کے باوجود اللہ کے حضور مدد اور نصرت کی دعائیں مانگتے رہے، نیز جب انسان سچا ہو اور صراطِ مستقیم پر ہو اور لوگ اُسے جھٹلا رہے ہوں، تو اُسے گھبرانا نہیں چاہیے، انجام کار اللہ کی مدد اور نصرت ان شاء اللہ! شاملِ حال ہوگی۔

سفر، سواری اور نئے شہر میں حفاظت و برکت کے لیے دعا

’’رَبِّ أَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّأَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔‘‘ (المومنون:۲۹)

ترجمہ: ’’رب! مجھے ایسا اترنا نصیب کر جو برکت والا ہو، اور تو بہترین اُتارنے والا ہے۔‘‘

تشریح:......حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی کہ جب کشتی میں سوار ہو جائیں تو پہلے ظالموں سے نجات ملنے پر اللہ کا شکر ان الفاظ سے ادا کریں:

’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجّٰانَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔‘‘ (المومنون:۲۸)

’’تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔‘‘

پھر حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا یہ دعا پڑھیں:

’’رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔‘‘ (المومنون:۲۹)

یعنی کشتی میں اچھی آرام کی جگہ دے اور کشتی سے جہاں اتارے جائیں، وہاں بھی کوئی تکلیف نہ ہو، ہر طرح اور ہر جگہ تیری رحمت و برکت شامل حال رہے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

اس کو پڑھنے سے سواری تمام آفات سے محفوظ رہتی ہے اور نیز گھر میں پڑھنے سے چور، دشمن اور جن وغیرہ سے حفاظت رہتی ہے، جب کسی شہر میں داخل ہونے لگے تو اس آیت کو پڑھ لے، ان شاء اللہ تعالیٰ! وہاں خیر خوبی سے بسر ہوگی۔ (حضرت تھانویؒ)

غلبہ ونصرت کے حصول کی دعا

’’فَدَعَا رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔‘‘ (القمر:۱۰)

ترجمہ: ’’اس پر انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ میں بے بس ہو چکا ہوں، اب آپ ہی بدلہ لیجیے۔‘‘

تشریح:......حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب ان کی تکذیب میں حد کر دی اور جھوٹا اور مجنون کہا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ: ’’اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ‘‘ (القمر:۱۰)....

’’میں بے بس ہو چکا ہوں، اب آپ ہی بدلہ لیجیے۔‘‘

چنانچہ اس دعا کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام اور ایمان والوں کو ان پر غلبہ نصیب ہوا، اور وہ لوگ طوفان میں غرق ہو کر تباہ و برباد ہوئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایسے سنگین حالات سے گزرنا پڑا ہے کہ وہ خود کو مغلوب محسوس کرتے رہے ہیں، لیکن اس سے نہ ان کی استقامت میں کوئی فرق آیا اور نہ ان کے حوصلے پست ہوئے، بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس سے نصرت کی دعا کی، اس دعا میں ان مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا سامان ہے جو حق پر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مغلوب پا رہے ہوں، بہرحال مغلوب ہونے کی حالت میں اس دعا کو کثرت سے مانگنا چاہیے۔

اپنی اور اپنے والدین نیز تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت کی دعا

’’رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔‘‘ (نوح:۲۸)

www.banuri.edu.pk

''میرے پروردگار! میری بھی بخشش فرما دیجیے، میرے والدین کی بھی، اور ہر اس شخص کی بھی جو میرے گھر میں ایمان کی حالت میں داخل ہوا ہے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کی بھی۔''

تشریح:...... یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے، جو انہوں نے اپنے، اپنے والدین اور تمام مومنین ومومنات کے لیے مانگی تھی، سب سے پہلے اپنے لیے دعا کی، تاکہ یہ ظاہر ہو کہ انسان سب سے زیادہ خود اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج ہے، پھر اپنے والدین کے لیے دعا کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ احسان اس کے والدین کا ہے، والدین کی وفات کے بعد ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا، ان کے ساتھ احسان کرنا ہے، اسلام کی یہی تعلیم ہے، اس کے بعد تمام مومنین کے لیے دعا کی، حضرت نوح علیہ السلام نے اس صراحت کے ساتھ دعا کی کہ جو شخص بھی میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہوا اُس کی مغفرت فرما، ساتھ ہی انہوں نے عمومیت کے ساتھ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی دعائے مغفرت کی۔

گویا دعا مانگنے کا طریقہ بھی سکھا دیا کہ مغفرت کی دعا کن الفاظ سے مانگی جائے، اور یہ بھی بتا دیا کہ دعا میں خود غرضی یعنی صرف اپنی ذات کے لیے دعا نہ ہو، بلکہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے والدین اور پوری امت کے لیے بھی اللہ سے دعا کی جائے۔ **(جاری ہے)**

مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی خدمات

(تیسری اور آخری قسط)

مفتی محمد رضا انصاری

یہ تو خاص تراجم واحوالِ علماء کی کتاب ہے۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤرخانہ رجحان کا ایک مظاہرہ یوں بھی ہوا کہ فن کی کتاب کی وہ خدمت کرتے یا جس فن میں خود کوئی تصنیف کرتے، اس میں حوالے اور سند کے طور پر اگر کسی کتاب سے اقتباس دیتے تو اس کے مصنف کا مختصر احوال بھی حاشیہ پر درج کردیتے تھے، مختصر احوال میں اس کی دوسری تصانیف کا بھی ذکر ہوتا اور اس کے زمانۂ وفات کا بھی، یہ معمول ان کا اپنی ہر تصنیف، شرح اور حاشیہ میں رہا ہے، اسی ضمن میں اپنے ایک معاصر مصنف نواب صدیق حسن خان (وفات ۱۸۸۹ء/ ۱۳۰۷ھ) کی بعض غلطیوں کی تصحیح بھی انہوں نے کی جو تراجم وسوانح میں سنین وفات کے سلسلے میں نواب صاحب سے ہوگئی تھیں، ایسے مواقع پر نواب صاحب کا نام لیے بغیر ''بعض أفاضل عصرنا '' کا اشارہ استعمال کرتے تھے، اس احتیاط کے باوجود یہ گرفتیں نواب صاحب کی بدمزگی کا باعث ہوئیں اور مولانا نے ارادہ کرلیا کہ آئندہ سے ان کی غلطیوں کی طرف توجہ بھی نہیں دلائیں گے، اس لیے کہ مولانا کے علم میں آگیا کہ:

''إنه یحزن منها ویحملها علی التعصب والعناد ''یعنی ''نواب صاحب کو اس سے ملال ہوتا ہے اور اسے وہ تعصب وعناد پر محمول کرتے ہیں۔'' سوء اتفاق ادھر مولانا نے یہ ارادہ کیا، ادھر نواب صاحب کے ایک حمایتی کے نام سے جو فرضی معلوم ہوتا ہے، ایک رسالہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں شائع ہوگیا جس کا نام ''شفاء العیّ عما أوردہٗ الشیخ عبد الحی '' تھا۔ نواب صاحب پر اعتراضات بھی تاریخی پہلو سے کیے گئے تھے، جوابی رسالے میں بھی تاریخی مباحث زیر بحث آئے، مولانا کو بھی اس رسالے کا جواب لکھنا پڑا، جس میں ''شفاء العی '' کے جوابات کا رد بھی کیا اور نئے اعتراضات بھی وارد کیے۔ مولانا کے اس جوابی رسالے کا نام ''إبراز الغی الواقع في شفاء العي '' ہے۔ اس جوابی رسالے میں جس کا سالِ تالیف ۱۸۸۰ء/ ۱۲۹۷ھ ہے، بڑے دلچسپ تاریخی مسئلے اعتراض وجواب کے ضمن میں آگئے ہیں، مثلاً ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی قدح کرنے پر علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تنبیہی خط علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا وہ کون علامہ سبکیؒ تھے، تقی الدین سبکیؒ، جو علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر اور مقابل تھے یا

ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکیؒ، مولانا کا خیال تھا کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا خط بیٹے کے نام ہے، نواب صاحب کا دعویٰ تھا کہ یہ خط باپ کے نام ہے، اس موضوع پر مولانا نے روایتاً اور درایتاً خوب بحث کی ہے۔

مولانا کے جوابی رسالہ ''**إبراز الغی**'' کا بھی جواب نواب صاحب کی طرف سے دیا گیا جس کا لہجہ بھی تیز تھا اور نام بھی طنز بھرا، یعنی ''**تبصرة الناقد برد کید الحاسد**'' اس کے جواب میں مولانا نے ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا نام ''**تذکرة الراشد برد تبصرة الناقد**'' ہے، یہ کتابیں شائع ہوچکی ہیں اور بعض علمی گھرانوں میں ان کو فنِ مباحثہ میں رکھا گیا ہے، حالانکہ موضوع کے اعتبار سے یہ خالص تاریخی تصانیف ہیں۔

''**تذکرة الراشد برد تبصرة الناقد**'' کی علمی اور تاریخی اہمیت کے ساتھ ساتھ ایک ادبی اہمیت بھی ہے، مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ عربی ادب کے میدان میں کبھی نہیں آئے، سیدھی سادی علمی عربی ہی میں وہ اظہارِ خیال کرتے رہے، لیکن ''**تذکرة الراشد**'' میں خصوصاً اس کے دیباچے میں ان کا قلم انشا پردازی کا شاہکار تھا، چونکہ مولانا سے عربی ادب وانشاء کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی، اس لیے ''**تذکرة الراشد**'' کی اشاعت کے بعد چہ مگوئیاں ہونے لگیں، یہاں تک کہ حریف حلقوں کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ مولانا نے یہ عربی اپنے ایک معاصر عربی ادب کے ماہر مفتی محمد عباس لکھنویؒ سے لکھوائی ہے، جن سے مولانا کی دوستی تھی، حالانکہ اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ناممکن ہو۔

''**تذکرة الراشد**'' کی تصنیف کا اختتام ربیع الاول ۱۸۸۳ء/ ۱۳۰۰ھ میں ہوا۔ ''**إبراز الغیّ**'' اور ''**تذکرة الراشد**'' کے مطالعہ کے بغیر مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی وسیع اور ناقدانہ تاریخی نظر سے کما حقہ واقفیت آسان نہیں ہے، پہلا رسالہ تو خفی قلم اور نستعلیق رسم خط میں ۶۴ رصفحات کا ہے اور دوسرا رسالہ پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے، جس کا رسم خط نسخ ہے اور قدرے جلی تھا۔

ان خالص تاریخی تصانیف میں مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور تصنیف کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے، جو اگرچہ مختصر ہے مگر تذکرہ نویسی ہی سے اس کا تعلق ہے، اس کا نام ''**حسرة العالم بوفات مرجع العالم**'' ہے، یہ کتاب مولانا نے اپنے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۸۶۸ء/ ۱۲۸۵ھ) کے احوال میں ان کی وفات کے بعد لکھی تھی۔

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی مؤرخانہ دیانت کا یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ اگر قدیم حوالے اور سند کی بنیاد پر انہوں نے کسی رائے کا اظہار کیا، پھر ان کی ذاتی تحقیق سے وہ رائے اُنہیں غلط معلوم ہوئی تو اپنی دوسری تصانیف میں اس کی خود ہی تردید کر کے اپنا تحقیقی فیصلہ لکھ دیتے ہیں، جامع صغیر کے مقدمہ ''**النافع الکبیر**'' میں مولانا نے فقہ کی بعض غیر معتبر کتابوں کے ذکر میں ''**المحیط البرهانی**'' کو بھی شامل کیا تھا اور لکھا تھا کہ:

> ''**المحیط البرهانی**'' کا مصنف اگرچہ بڑے درجے کا فقیہ اور مجتہد فی المسائل کے طبقے کا ہے، لیکن فقہاء نے صراحتاً لکھا ہے کہ اس کتاب کی بنیاد پر فتویٰ دینا جائز نہیں

www.banuri.edu.pk

ہے، اس لیے کہ اس میں رطب و یابس سب جمع کر دیا گیا ہے۔'' (۱)

اس سلسلے میں مولانا نے صاحبِ بحر الرائق ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بھی دیا ہے، جنہوں نے ابن امیر الحاج الحلبی رحمۃ اللہ علیہ کی ''**شرح منیة المصلی**'' کے مقدمے سے یہ رائے اخذ کی تھی کہ ''**المحیط البرهانی**'' مستند نہیں ہے، لیکن ''**الفوائد البهیة**'' میں جب ''**المحیط البرهانی**'' کے مصنف کا اس کے مشہور نام محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد بن الصدر الکبیر برہان الدین عبد العزیز بن عمر بن مازہ بن برہان الدین کے تحت احوال لکھے تو پہلے محیط ہی کے حوالے سے مولانا نے تصحیح کی کہ اصل نام محمود نہیں محمد ہے، اس لیے کہ محیط کے آغاز میں مصنف نے اپنا نام محمد بن الصدر الکبیر لکھا ہے، اس کے بعد یہ لکھتے ہوئے کہ مقدمہ جامع صغیر میں ''**المحیط البرهانی**'' کو غیر معتبر کتابوں میں جو شمار کیا گیا تھا وہ صحیح نہ تھا، مولانا لکھتے ہیں:

''پھر جب فضل خداوندی سے مجھے اس کتاب کے مطالعے کا موقع ملا تو میں نے کتاب کو بہترین پایا، جو مستند مسائل پر مشتمل اور غیر معتبر اور نامانوس مسائل سے محفوظ ہے، ہاں! چند مقامات پر غیر معتبر مسائل ضرور ہیں تو وہ بہت سی مستند کتابوں میں بھی ہیں، بہر حال میرے اوپر یہ منکشف ہو گیا کہ محیط سے فتویٰ دینے کو جو ناجائز بتایا گیا ہے تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ یہ کتاب عام طور پر لوگوں کی نظر سے نہیں گزری تھی اور مفقود و نایاب تھی، خود کتاب میں یا اس کے مؤلف میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی کہ اس کتاب سے فتویٰ دینا ناجائز ہو جائے۔'' (۲)

اس کے بعد ایک کلیہ کے طور پر مولانا نے تحریر کیا کہ ایسا ہوا کرتا ہے کہ زمانہ اور مقام کے اختلاف کی بنا پر بعض کتابیں ایک جگہ مفقود ہوتی ہیں اور دوسری جگہ مُتَدَاوَل و مشہور، یا ایک وقت میں نایاب ہوتی ہیں اور دوسرے عہد میں عام طور پر پائی جاتی ہیں:

''تو جب محیط برہانی ابن امیر الحاج الحلبی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں .... مفقود تھی تو اس کو ان کتابوں میں انہوں نے شمار کیا جو نایاب ہونے اور غیر مشہور ہونے کی بنا پر اس درجے میں ہیں کہ ان سے فتویٰ دینا درست نہیں ہے، پھر جب دوسرے زمانے اور دوسرے اطراف میں وہ رائج اور مشہور ہوئی تو اس سے فتویٰ نہ دینے کا حکم بھی ختم ہو گیا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محیطِ برہانی فی نفسہ قابل اعتماد و مستند ہے، مستند لوگوں نے اس پر بھروسہ کیا ہے اور اس سے فتویٰ دیا ہے۔'' (۳)

اسی طرح مقدمۂ جامع صغیر میں جہاں طبقاتِ فقہاء سے مولانا نے بحث کی ہے، کفویؒ، ابن کمال پاشا رومیؒ، اور عمر بن عمر الازہری مصریؒ کی کتابوں، طبقاتِ کفوی، الاصلاح والایضاح اور جواہر نفسیہ شرح الدرة المنیفة وغیرہ کے حوالے سے طبقۂ مجتہدین سے لے کر آخری طبقہ یعنی مقلدین کے طبقے تک تمام مشہور فقہاء کی درجہ بندی انہوں نے قدماء کے مسلک کے مطابق درج کی، مگر اس درجہ بندی میں بعض اعلیٰ درجے کے فقہاء کا ادنیٰ درجے میں اندراج جو قدیم سے چلا آ رہا تھا' مولانا کے لیے خلجان کا

سبب بنا، وہ بعض فقہاء کو جو کم تر درجے میں رکھے گئے ہیں درجۂ اعلیٰ کا اہل سمجھتے تھے، بعض کو اس کے برعکس، پھر بھی اس بحث کو وہ اپنی رائے کے مطابق چھیڑنے میں پس وپیش اس لیے کررہے تھے کہ:

''جھگڑالو حضرات کا خوف مجھے اپنے خلجان کے اظہار سے مانع ہورہا تھا کہ میرے ایک ہم عصر فاضل نے مجھے کتاب مذکور (یعنی ''ناظورۃ الحق'') بھیجی اور میں نے اس کا مطالعہ کیا اور اس سے استفادہ کیا تو اپنی رائے اور صاحب ''ناظورۃ الحق'' کے خیالات میں تَوارُد پر خدا کا شکر ادا کیا۔'' ④

مولانا نے ''ناظورۃ الحق'' کی عبارتوں کا مفصل اقتباس دے کر قدماء کی درجہ بندی کی خامیوں پر روشنی ڈالی ہے، مثلاً ابوبکر الجصاص الرازی رحمۃ اللہ علیہ کو قدماء نے ان مقلدین فقہاء میں شمار کیا ہے جو سرے سے اجتہاد کا حق ہی نہیں رکھتے ہیں، ''ناظورۃ الحق'' کے مصنف ہارون بن بہاء الدین المرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے سخت اختلاف کیا، مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف سے اتفاق کرتے ہوئے اس کا یہ قول نقل کیا ہے:

''ابوبکر الجصاص الرازی رحمۃ اللہ علیہ کو طبقۂ مقلدین میں شمار کرنا ان کے حق میں بہت بڑی زیادتی ہے اور بلند مقام سے ان کو نیچے اُتار لینا ہے، جو شخص بھی ابوبکر الرازی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور ان کے منقول اقوال کا پتہ لگا کر مطالعہ کرے گا، وہ یہی مانے گا کہ وہ لوگ جنہیں مجتہد مانا گیا ہے جیسے شمس الائمہؒ اور ان کے بعد والے بعض حضرات وہ سب فقہ میں ابوبکر الرازی رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہیں۔'' ⑤

ان مثالوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ تاریخی اقوال کے محض ناقل نہیں تھے، بلکہ ان کو پرکھنے کا خاص ملکہ بھی انہیں حاصل تھا۔

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی پروگرام بنایا تھا کہ دوجلدوں میں ایک ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں مختلف مذاہب کے علماء کے احوال اور ان کی مشہور تصانیف کی تفصیلات کا بیان ہو، اس پروگرام کے تحت انہوں نے کام شروع کرتے ہی اپنا فیصلہ ذرا سا بدل دیا، بجائے دوجلدوں میں ایک تالیف کرنے کے انہوں نے یہ طے کیا کہ ایک کتاب اس طرح لکھی جائے کہ مصنف علماء کا حال اصلاً اور ان کی تصانیف کا ذکر ضمناً ہو اور یہ کتاب انہوں نے تصنیف کر لی جو ''**طرب الأماثل في تراجم الأفاضل**'' کے نام سے طبع ہوچکی ہے، اس کتاب کا اختتام ۳/صفر ۱۳۰۳ھ میں ہوا، یعنی مولانا کی وفات سے ۱۴/مہینے قبل۔

اسی سلسلے کی دوسری کتاب اس طرح تصنیف کی کہ تصانیف کا ذکر اصلاً اور ان کے مصنفین کا احوال ضمناً درج کیا، جس کا نام انہوں نے ''**فرحة المدرسين بذكر المؤلفات والمؤلفين**'' رکھا، مولانا کے شاگرد اور تذکرہ نویس مولانا عبدالباقی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''**حسرة الفحول**'' میں اس کتاب کے سلسلے میں لکھا ہے کہ:

www.banuri.edu.pk

''یہ کتاب مکمل نہ ہوسکی کہ اس کا مصنف سفرِ آخرت پر چلا گیا اور رب العالمین کے حضور پہنچ گیا''۔

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں اس کا مخطوطہ موجود ہے جو بقلم مصنف ہے، مخطوطے کے سرورق پر خود مصنف کے قلم سے لکھا ہوا ہے:

''الفراغ منه غرة ربيع الأول يوم الأربعاء ۱۳۰۳ھ۔''

''اس کتاب کی تصنیف سے ربیع الاول ۱۳۰۳ھ کی چاندرات کو چہارشنبہ کے دن فراغت ہوئی۔''

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی ورق پر مصنف کے قلم ہی سے لکھا ہے کہ حروف: ''ث، ذ، ز، ل، و، ی'' کے تحت مؤلفات کا ذکر باقی ہے اور تمام حروف کے تحت مولانا نے اہم مؤلفات کا ذکر اصلاً اور ان کے مؤلفین کا ذکر ضمناً کیا ہے۔ مولانا عبدالباقی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مخطوطے کے شروع میں ایک صفحہ کا دیباچہ لکھا ہے، جس میں انہوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مصنف اس کتاب سے فارغ ہو چکا تھا۔

ان دونوں کتابوں کی تصنیف کے علاوہ جن سے وہ فارغ ہو چکے تھے' مولانا نے یہ بھی پروگرام بنایا تھا کہ تین جداگانہ تصانیف جو علمائے ہند اور دوسرے معاصر علماء کے احوال پر مشتمل ہوں تصنیف کی جائیں، ان تینوں تصانیف کے نام بھی الگ الگ مولانا نے تجویز کر دیئے تھے اور تینوں کتابوں کے مجموعے کا نام ''أنباء الخلان بأنباء علماء هندوستان'' رکھا تھا۔

اس مجموعے کی پہلی کتاب کا نام تھا ''خير العمل بتراجم علماء فرنجي محل'' جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، یہ کتاب علمائے فرنگی محل کے احوال کے لیے مخصوص تھی، مولانا نے اس کا بیشتر حصہ مرتب کرلیا تھا، مگر اسے مکمل نہ کر سکے کہ وفات فرما گئے۔ ''خير العمل'' کا مسودہ خود مصنف کا لکھا ہوا' تیس برس پہلے تک فرنگی محل میں پایا جاتا تھا، ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' کے مصنف مولانا محمد عنایت اللہ فرنگی محلی مرحوم جب ۳۰-۱۹۲۹ء میں یہ تذکرہ ترتیب دے رہے تھے تو ''خير العمل'' کا اصل مسودہ ان کے پیشِ نظر تھا، انہوں نے جگہ جگہ ''خير العمل'' سے حوالے دیئے ہیں، بیشتر حوالے ترجمے کی شکل میں ہیں، کہیں کہیں عربی اقتباس بھی دیا ہے، مگر اب یہ مسودہ باوجود تلاشِ بسیار کے دستیاب نہیں ہوا۔

خوش قسمتی سے اس کی ایک نقل مولانا کے شاگرد مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنیؒ نے کر لی تھی اور وہ اس کا تکملہ کرنا چاہتے تھے، ۱۹۲۵ء میں ''خير العمل'' اور اس کے تکملہ کو جو مولانا عبدالباقی مرحوم کے قلم سے تھا' مدینہ منورہ میں مولانا عبدالباقی مہاجر مدنیؒ کے کتب خانے میں میں نے دیکھا تھا اور اس کا پورا مطالعہ کیا تھا، جو طلبہ کی ایک سائز کاپی کے تقریباً سو صفحات پر مشتمل تھا، یہ اصل اور تکملہ دونوں پر حاوی تھا۔

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقۂ تصنیف کے مطابق حروف تہجی کے تحت علمائے فرنگی محل کے احوال تحریر کیے تھے اور بعض حروف کے تحت بیاض تھا، پھر بھی تقریباً تمام قابلِ ذکر علمائے فرنگی محل کا ذکر ''خير العمل'' میں آ گیا ہے اور ''خير العمل'' کے ضروری اقتباسات مولانا قیام الدین محمد عبدالباری فرنگی محلی مرحوم کی عربی تصنیف ''آثار الأول من علماء فرنجي محل'' اور مولانا مفتی محمد

عنایت اللہ فرنگی محلی مرحوم کی اردو تصنیف ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' میں نقل ہوگئے ہیں۔

مجموعہ ''أنباء الخلان'' کے دوسرے جزء کا نام مولانا نے ''النصیب الأوفر في تراجم علماء المائة الثالثة عشر'' رکھا تھا، یعنی اپنی صدی کے معاصر علماء کے احوال پر یہ کتاب مشتمل قرار دی گئی تھی اوراسی مجموعے کے تیسرے حصے کا نام انہوں نے متعین طور پر تجویز نہیں کیا تھا، ''رسالة أخرى في تراجم السابقين من علماء الهند'' کے نام سے اس کا ذکر اپنی تصانیف کے ضمن میں انہوں نے کیا ہے اوراس کے آگے یہ بھی تحریر کیا ہے: ''ولم يتم إلى الآن''یعنی ابھی تک ''أنباء الخلان'' کے مجموعے کے تحت آنے والی تینوں تصانیف پایۂ تکمیل کونہیں پہنچی ہیں، پایۂ تکمیل کو نہ پہنچنا اشارہ ہے کہ ان ہرسہ کتب کی تالیف کا آغاز مولانا کر چکے تھے، جن میں سے ایک یعنی ''خیر العمل'' بڑی حد تک تالیف ہوچکی تھی، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

''النصيب الأوفر في تراجم علماء المائة الثالثة عشر'' بھی اگر زیر تالیف آ چکی تھی تو افسوس ہے کہ اس کا ایک صفحہ بھی کہیں دستیاب نہیں ہوا ہے۔

''رسالة أخرى في تراجم السابقين من علماء الهند'' کے نام سے بھی مولانا کا کوئی مسودہ نہیں پایا جاتا اور اُسے بھی مفقود ومعدوم ہی ماننا پڑتا، لیکن ایک بے نام اور بے ترتیب مسودہ فرنگی محل کے کتب خانے میں ایسا ملا ہے جس پر نہ مصنف کا نام ہے، نہ کتاب کا، مگر ہے علمائے ہند کا تذکرہ اور تحریر بھی مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری تحریروں کے عین مطابق ہے، متفرق قلمی تحریروں کی حیثیت سے اس مسودے کے اوراق کو مجلد کرایا گیا تھا، کتب خانے کے کسی ناواقف منتظم نے بطور خود اس کا نام ''تذكرة الصلحاء'' تجویز کرکے اس کے سرورق پرلکھ دیااور ''تذكرة الصلحاء'' ہی کے نام سے یہ مخطوطہ درج فہرست رہا۔ اس مسودے کی اصلیت کا اندازہ سب سے پہلے مولانا مفتی محمد عنایت اللہ فرنگی محلی مرحوم نے کیا اورمسودہ کے سرورق پر انہوں نے تحریر کردیا ہے:

''هذا الكتاب من مؤلفات مولانا عبد الحیؒ كما يعرف من أحوال الملا غلام يحيىٰ البهاری وأنا أعرف خطهٗ أيضاً ۔(فقير محمد عنايت الله غفر لهٗ الله)۔''

''یہ مسودہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے ہے، جیسا کہ ملا غلام یحییٰ بہاریؒ کے احوال کے ضمن میں ظاہر ہوگیا ہے، اس کے علاوہ میں مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ خط کو بھی پہچانتا ہوں۔'' (فقیر محمد عنایت اللہ غفرلہٗ اللہ)

ملا غلام یحییٰ بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں مصنف نے ان کے اس حاشیہ کا جو ''حاشیۂ غلام یحییٰ بہاری'' کے نام سے موسوم ہے' حوالہ دیا ہے۔ یہ حاشیہ میر زاہد ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شرح پر ہے جو انہوں نے رسالہ قطبیہ مولفہٗ قطب الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ (رسالة في التصور والتصديق) کی' کی ہے، اس رسالے کی شرح کو عام طور پر میر زاہد رسالہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو منطق کی ایک

انتہائی کتاب مانی جاتی ہے، مصنف نے ’’حاشیۂ غلام یحییٰ بہاری‘‘ کے ذکر میں لکھا ہے:

’’وقد کتبتُ علیها حین قراء تی بتلک الحاشیة حضرة الوالد المرحوم تعلیقًا مختصرًا سمیتهٗ بهدایة الوریٰ ، تعقبتُ فیها علیٰ کثیر من أقوال الخیر آبادی (المولوی عبد الحق بن المولوی فضل حق الخیر آبادی) ثم ألفتُ تعلیقًا کبیرًا مسمی بمصباح الدُّجیٰ ولما کتب الفاضل الخیر آبادی تعلیقا مختصرا أجاب فیها عن إیراداتی علیه ألفتُ تعلیقًا ثالثًا مختصرًا ردًا علیه سمیتهٗ ب ’’نور الهدی‘‘ وهذهٖ الحواشی الثلاثة قد وقعت بحمد اللّٰه مقبولةً فی أعین الکملة ومفیدة للطلبة۔‘‘

’’میں نے ’’حاشیۂ غلام یحییٰ بہاری‘‘ پر جب میں اپنے والدمرحوم سے اُسے پڑھتا تھا، ایک مختصر حاشیہ لکھا تھا جس کا نام ’’هدایة الوریٰ‘‘ رکھا تھا، میں نے اپنے اس حاشیہ میں مولانا عبدالحق بن مولانا فضل حق خیرآبادی کے بہت سے اقوال پر- جو انہوں نے ’’حاشیۂ غلام یحییٰ بہاری‘‘ پر اپنے حاشیے میں درج کیے تھے- اعتراضات کیے تھے، اس کے بعد ایک مفصل حاشیہ بھی میں نے اسی ’’حاشیۂ غلام یحییٰ بہاری‘‘ پر لکھا جس کا نام ’’مصباح الدُّجیٰ‘‘ رکھا، پھر جب فاضل خیرآبادی نے اپنے دوسرے مختصر حاشیہ میں میرے اعتراضات کے جواب دیئے تو میں نے تیسرا مختصر حاشیہ اسی ’’حاشیۂ غلام یحییٰ بہاری‘‘ پر لکھا جس کا نام ’’نور الهدیٰ‘‘ رکھا، اس آخری حاشیہ میں میں نے فاضل خیرآبادی کے جوابات کا رد کیا ہے، میرے یہ تینوں حاشیے خدا کے فضل سے علماء کی نظر میں مقبول ہوئے اور طلبہ کے لیے مفید ثابت ہوئے۔‘‘

’’حاشیۂ غلام یحییٰ بہاری‘‘ پر ’’هدایة الوریٰ‘‘، ’’مصباح الدجیٰ‘‘ اور ’’نور الهدیٰ‘‘ کے نام سے جو تین حاشیے ہیں، وہ بلا شبہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بے نام مسودہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ہے، خود میں نے جب اس مسودے کو لفظاً لفظاً پڑھا تو اور شہادتیں بھی اس کی ملیں کہ یہ مسودہ مولانا ہی کا ہے، مثلاً حسن صنعانی کے احوال میں مصنف نے لکھا ہے:

’’أوردتُ نبذاً منها فی الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیة۔‘‘

’’حسن صنعانی کا کچھ احوال میں نے ’’الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیة‘‘ میں درج کیا ہے۔‘‘

یا مثلاً شیخ عبدالنبی بن شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں مصنف نے لکھا ہے:

’’وقد ذکرت ترجمتهٗ فی ..... النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر وفی التعلیقات السنیة علیٰ الفوائد البهیة۔‘‘

’’شیخ عبدالنبی کا حال میں نے جامع صغیر کے مقدمہ ’’النافع الکبیر‘‘ کے حاشیہ پر اور ’’الفوائد البهیة‘‘ کے حاشیہ ’’التعلیقات السنیة‘‘ میں لکھا ہے۔‘‘

یہ اندرونی شہادتیں تصدیق کررہی ہیں کہ یہ بے نام مسودہ جس پر مصنف کا نام بھی درج نہیں ہے، یقیناً مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کا ہے اور یقیناً یہ اسی ''**أنباء الخلان بأنباء علماء هندوستان**'' کے مجموعۂ کتب کا ایک حصہ ہے۔

مجموعۂ ''**أنباء الخلان**'' کی تین تصانیف میں سے ایک کا نام ''**خير العمل بتراجم علماء فرنجي محل**'' ہے جس کا ذکر اوپر گزرچکا ہے۔ دوسری تصنیف ''**النصيب الأوفر في تراجم علماء المائة الثالثة عشر**'' تھا، یہ مسودہ جو بے نام ہے ''**النصيب الأوفر**'' نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ ایسی تصنیف کو تیرھویں صدی ہجری کے علماء کے تذکروں تک محدود ہونا چاہیے تھا۔ زیرنظر مسودہ ان حدود میں محدود نہیں ہے، لامحالہ اس کو ''**رسالة أخرىٰ في تراجم السابقين من علماء الهند**'' قرار دینا پڑے گا، جس میں تقریباً ڈیڑھ سو علمائے ہند کے احوال ہیں جو کسی ایک صدی میں محدود نہیں ہیں۔ اور یہ مسودہ بھی مکمل نہیں ہے، اس کے کچھ اوراق گم ہوچکے ہیں، اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب اوراق کے ترک کی مطابقت کی جانچ پڑتال کی، حرف المیم میں سید محمد مرتضیٰ المحدث الیمنی البگرامی کے احوال میں ان کی تصانیف کا ذکر صفحہ کے اختتام پر کرتے ہوئے مولانا نے ان کی ایک تصنیف ''**إتحاف الأصفياء في سلاسل الأولياء**'' کا آدھا نام یعنی ''**اتحاف الأصفياء**'' تک لکھا اور صفحہ ختم ہوگیا۔ باقی نام دوسرے صفحے پر لکھا، مگر دستیاب مسودہ میں دوسرا صفحہ اور اس کے بعد کے کئی صفحے سادہ ہیں، حالانکہ مکتوبہ صفحہ کے نیچے ترک کے طور پر ''**سلاسل الأولياء**'' خود مولانا کے قلم کا تحریر کیا ہوا موجود ہے، اس کے معنی یہی ہیں کہ اگلے صفحہ کی عبارت ''**سلاسل الأولياء**'' سے شروع ہونے والا صفحہ نہیں ہے، اس کے بعد جو مکتوبہ صفحہ آتا ہے وہ حرف النون سے شروع ہوتا ہے، ماننا پڑتا ہے کہ یہی نہیں کہ یہ تصنیف مکمل نہیں ہوپائی، بلکہ جو کچھ مولانا نے لکھ لیا تھا، وہ بھی سب کا سب موجود نہیں ہے، حرف المیم کے کتنے صفحات غائب ہیں، یہ اندازہ کرنا ناممکن ہے، مسودے کے شروع میں خود مولانا کے قلم کی لکھی ان ناموں کی فہرست بھی ہے، جن کے احوال اس تصنیف میں لکھے گئے ہیں، مگر افسوس ہے کہ فہرست کا بھی ایک صفحہ دستیاب ہوا ہے جو حرف الالف سے شروع ہوکر حرف العین کے پانچ ناموں کے بعد ختم ہوگیا ہے، حالانکہ مسودے میں حرف الیاء تک کے نام ہیں، الف سے لے کر یا تک ڈیڑھ سو علمائے ہند کا ذکر اس مسودے میں ملتا ہے، احوال میں بھی خاص توجہ تصانیف اور سلسلۂ تلمذ پر مرکوز رہی ہے۔ (انتہیٰ)

حواشی

① ...... النافع الکبیر، ص: ۱۲ ② ...... الفوائد البہیۃ، ص: ۸۵ ③ ...... ایضاً
④ ...... النافع الکبیر، ص: ۵ ⑤ ...... ایضا

عقائدِ باطلہ کے پرچار والے ہندوانہ کارٹون بنانا اور دیکھنا

ادارہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

آج کل ہندوانی طرز کے کچھ اس طرح کے کارٹون آتے ہیں، مثال کے طور پر ایک کارٹون ہے ہرکیولیس (Hercules)، اس میں کئی خدا دکھائے جاتے ہیں، جیسے اچھائی کا خدا، برائی کا خدا، وغیرہ۔ اس طرح کی فلمیں اور کارٹون کچھ اس طرز پر ہوتے ہیں کہ ان بناوٹی خداؤں کو مرکزی کردار دیا جاتا ہے اور اکثر ان خداؤں کی آپس میں لڑائی دکھائی جاتی ہے اور آخر میں اچھائی کا بناوٹی خدا غالب آجاتا ہے اور برائی والا ہار جاتا ہے۔ اس کا ردعمل بچوں پر یہ ہوتا ہے کہ وہ بعد میں تبصروں میں کہتے ہیں کہ ''ہرکیولیس'' اچھائی کا خدا ہے، اس نے ایسا کر دیا، وغیرہ۔ اسی طرح بالغ لوگ بھی اس میں کوتاہ ہو جاتے ہیں کہ وہ فلم کے دوران دوسروں کو بتانے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ یہ اچھائی کا خدا ہے، اس خدا کے پاس اتنی طاقت ہے، جبکہ دوسرے خدا کچھ کمزور ہیں، وغیرہ۔ جبکہ نیت صرف تبصرہ کی اور یہی ہوتی ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے، لیکن زبان سے اور تبصروں میں یہ کہہ دیتے ہیں۔ برائے مہربانی اس پورے مضمون کی روشنی میں مرتب کیے گئے مندرجہ ذیل سوالات کا جواب عنایت فرمائیں:

۱- ان جملوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ جملے جھوٹ موٹ میں بول دینا جائز ہے؟

۲- کیا یہ کفریہ جملے ہیں، جبکہ نیت میں ذرہ برابر بھی ان پر ایمان شامل نہیں؟

۳- اس طرح کے جملے بولنے والوں کا کیا حکم ہے؟

مستفتی: زین صدیقی

الجواب باسمہٖ تعالٰی

ہرکیولیس (Hercules) کارٹون کے ذریعہ اچھائی اور برائی کے جدا جدا بناوٹی خداؤں

کا اعتقاد رکھنا اور تصور پیش کرنا اور ان کی مصنوعی لڑائی دکھا کر اچھائی کے خدا کو غالب اور برائی کے خدا کو مغلوب دکھانا یہ سارا عمل محض کفر ہے۔ اس کفریہ منظر نامہ کے بعد ان بناوٹی خداؤں کی فتح وشکست پر تبصرے کرنا اور ان بناوٹی خداؤں کی فتح وشکست اور اس سارے عمل کو جھوٹا سمجھنے کے باوجود نقل کرنا شرعاً ناجائز ہے اور حرام ہے، لہٰذا:

۱،۲:- مذکورہ جملے ''ہرکیولیس اچھائی کا خدا ہے، اس نے ایسا کر دیا....وغیرہ'' ناجائز سمجھنے کے باوجود لایعنی تبصرے کے طور پر دُہرانا شرعاً کم از کم کفر کی نقل وحکایت کے زمرے میں آتے ہیں، جو کہ ناجائز ہے اور کفر کو اس طرح سے جھوٹ موٹ نقل کرنے پر بھی کفر کا اندیشہ ہے، گو کہ اچھائی اور برائی کے بناوٹی خداؤں پر ایمان کے بغیر ہی بولے جائیں۔

۳:- ایسے جملے بولنے والے شخص پر کفر کا اندیشہ ہے، اسے اپنے سابقہ فعل پر توبہ واستغفار لازم ہے اور اپنے ایمان اور نکاح دونوں کی تجدید بھی کرنی چاہیے اور آئندہ کے لیے اس طرح کے کارٹون دیکھنے اور ان پر تبصروں سے اجتناب کریں۔ مجمع الانہر میں ہے:

''إذا وصف اللّٰہ تعالٰی بمالایلیق بہٖ أو سخر باسم من أسمائہٖ أو بأمرٍ من أوامرہٖ أو أنکر صفةً من صفات اللّٰہ تعالٰی...... یکفر۔'' (کتاب السیر والجہاد، باب المرتد، ج:۲،ص:۵۰۴،غفاریہ)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''(ومنہا ما یتعلق بذات اللّٰہ تعالٰی وصفاتہٖ وغیر ذلک) یکفر إذا وصف اللّٰہَ تعالٰی بمالایلیق بہٖ أو سخر باسم من أسمائہٖ ...... أو جعل لہٗ شریکا...... أو نسبہٗ إلی الجہل أو العجز أو النقص''۔ (کتاب السیر، مطلب: موجبات الکفر انواع، ج:۲، ص:۲۵۸، بیروت، وکذا فی البحر، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ج:۵،ص:۲۰۲، رشیدیہ)

حدیث شریف میں ہے:

''عن بلال بن حارثؓ قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم...... وإن الرجل لیتکلم بالکلمة من الشر ما یعلم مبلغہا، یکتب اللّٰہ بہا علیہ سخطہٗ إلی یوم یلقاہ۔'' (مشکوۃ المصابیح، باب حفظ اللسان، ج:۲،ص:۴۱۲،قدیمی)

شرح الفقہ الاکبر میں ہے:

''والرضا بالکفرِ کفرٌ سواء کان یکفر نفسہٗ أو یکفر غیرہٗ''۔ (مطلب استحلال المعصیۃ،ص:۱۵۴)

کتاب احکام المرتدین میں ہے:

''وذکر شیخ الإسلام فی شرح السیر: أن الرضا بکفر الغیر یکون کفرا إذا کان یستجیز الکفر ویستحسنہ''۔ (فصل فی اجراء کلمۃ الکفر، ج:۵،ص:۲۶۰، ادارۃ القرآن)

وفیہ ایضاً:

''والحاصل أن من تکلم بکلمة الکفر ہازلا أو لاعبا کفر عند الکل، ولااعتبار

www.banuri.edu.pk

باعتقادہٖ كما صرح بهٖ قاضيخان فی فتاواه، ومن تكلم بها مخطأ أو مكرها لايكفر عند الكل، ومن تكلم بها عالما عامدا كفر عند الكل، ومن تكلم بها اختيارا جاهلا بأنها كفر ففيه اختلاف والذی تحرر أنهٗ لايفتی بتكفير مسلم أمكن حمل كلامهٖ علی محمل حسن أو كان فی كفرهٖ اختلاف ولو رواية ضعيفة......الخ‘‘۔ (کتاب احکام المرتدین، ج:۵،ص:۱۳۴، بیروت)

کشف الخفاء للعجلونی میں ہے:

’’(من كثر سواد قوم فهو منهم) إن رجلا دعا ابنَ مسعودؓ إلٰی وليمة فلما جاء ليدخلَ سمع لهوًا، فلم يدخل، فقيل لهٗ: فقال: ’’إنی سمعتُ رسولَ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم يقول: وذكرهٗ وزاد ’’ومن رضی عمل قوم كان شريک من عمل به۔‘‘ (ج:۲،ص:۲۷۴، بیروت)

شرح الفقہ الاکبر میں ہے:

’’ومن خرج إلی السدة أی مجتمع أهل الكفر فی يوم النيروز، كفر لأن فيه إعلان الكفر، وكأنه أعانهم عليه وعلی قياس مسئلة الخروج إلی النيروز المجوس الموافقة معهم فيما يفعلون فی ذلک اليوم يوجب الكفر۔‘‘ (فصل فی الکفر،ص:۱۸۶، قدیمی)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

’’من تشبه نفسهٗ بالكفار مثلا فی اللباس وغيرهٖ أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم أی فی الإثم والخير۔‘‘ (کتاب اللباس، ج:۸،ص:۱۵۵)

مجمع الانہر میں ہے:

’’ويكفر بخروجهٖ إلی نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونهٗ فی ذلک اليوم۔‘‘ (کتاب السیر، ج:۳،ص:۵۱۳، غفاریہ)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

’’اجتمع المجوس يوم النيروز، فقال مسلم: ’’خوب رسمی نہادہ اند‘‘ أو قال ’’نیک آئین نہادہ اند‘‘ يخاف عليه الكفر۔‘‘ (کتاب احکام المرتدین، ج:۵،ص:۵۱۹، ادارۃ القرآن)

کنز العمال میں ہے:

’’من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضی عمل قوم كان شريكا فی عملهٖ۔‘‘

(کتاب الصحبۃ من قسم الاقوال، ج:۹،ص:۲۲، بیروت)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہٗ
انعام الحق	محمد عبدالقادر	رفیق احمد بالاکوٹی	ملک رضوان
			تخصص فقہ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ادارہ

’’البراعۃ الزاہرۃ‘‘ اُردو ترجمہ ’’البلاغۃ الواضحۃ‘‘

حضرت مولانا عبداللطیف المدنی۔ صفحات: ۲۰۶۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ، نواز ٹاؤن، فیصل آباد۔ ملنے کا پتہ: اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

مصر کے دو علماء نے ’’البلاغۃ الواضحۃ‘‘ کے نام سے عربی فصاحت و بلاغت پر مشتمل کتاب مرتب کی، اس کی تسہیل اور ترجمہ مؤلف مذکور نے فرمایا ہے اور موقع کی مناسبت سے انہوں نے ان تشبیہات کی مثالیں اردو اشعار کے ذریعہ بھی ذکر فرمائی ہیں۔ اس کتاب میں بلاغت کے ۵۷ر سے زائد اصول اور قواعد ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اعراب، امثلہ، حل لغات، سلیس ترجمہ، قواعد کی توضیح، اردو اشعار اور اہم سوالات کو تحریر کیا گیا ہے۔ عربی تکلم اور فصاحت و بلاغت کا شوق رکھنے والے طلبہ اور علماء کے لیے یہ خاصے کی شئے ہے۔

تعبیر شرح نحو میر

ابوطلحہ عبدالباسط لاڑکانوی۔ صفحات: ۳۳۵۔ قیمت: ۳۵۰ روپے۔ ناشر: مکتبہ براء بن مالکؓ نزد جامعہ اسلامیہ دودائی روڈ، لاڑکانہ۔ ملنے کا پتہ: اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

مؤلف مولانا ابوطلحہ عبدالباسط جامعہ دارالعلوم کراچی کے فارغ التحصیل اور جامعہ اسلامیہ دودائی لاڑکانہ کے باصلاحیت و ذی استعداد اساتذہ میں شامل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو نحو کی تدریس میں خاص ذوق عطا فرمایا ہے، جو آپ کی اس نحو میر کی شرح ’’تعبیر‘‘ کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے۔ آپ نے نحو میر کی شرح سوال و جواب کے انداز میں تحریر کی ہے، جو غالباً نحو میں اس انداز کی پہلی کتاب ہے۔ علم نحو کا شغف رکھنے والے اساتذہ اور طلبہ کے لیے یہ ایک مفید کتاب ہے۔

ارمغانِ فانی

مولانا نوراللہ نور وزیرستانی۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: القاسم اکیڈمی،

جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ۔

زیرِتبصرہ کتاب ''ارمغانِ فانی'' حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان نگارشات، منظومات اور مکتوبات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً ماہنامہ ''القاسم'' کے صفحات کی زینت بنتے رہے ہیں۔

مولانا ابراہیم فانی رحمۃ اللہ علیہ اردو، عربی، فارسی اور پشتو کے قادرالکلام شاعر ہونے کے علاوہ صاحب طرز ادیب بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا نوراللہ نور صاحب نے ان تمام جواہر پاروں کو یکجا کرکے ''ارمغانِ فانی'' کے نام سے ایک خوبصورت مالا تیار کرکے باذوق قارئین کے سامنے پیش کردی ہے۔ امید ہے کہ اس کی قدر افزائی کی جائے گی۔

اصول الافتاء

مفتی احتشام الحق آسیابادی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: شعبہ نشر واشاعت جامعہ رشیدیہ آسیا آباد، تربت، مکران، بلوچستان۔

مفتی اعظم بلوچستان حضرت مولانا مفتی احتشام الحق حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نوراللہ مرقدہٗ کے خصوصی شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں، جنہوں نے سالہا سال حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی قدس سرہٗ کے زیرِنگرانی فتاویٰ پر کام کیا ہے اور ہر سال شعبان ورمضان میں زیرِتربیت مفتیانِ کرام کو افتاء کی مشق کراتے ہیں۔

پیشِ نظر رسالہ ''اصولِ افتاء'' سے متعلق ہے، جس میں ''شرح عقود رسم المفتی'' میں موجود ضوابط وطریق افتاء کو سمو دیا گیا ہے، جس کے پڑھنے کے بعد ''شرح عقود رسم المفتی'' جیسے رسائل کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔ امید ہے افتاء سے متعلقین اس رسالہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

www.banuri.edu.pk

www.banuri.edu.pk

www.banuri.edu.pk